بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصافحہ اور معانقہ
کے
فضائل واحکام

از

مولانا مفتی محمد جمال الدین قاسمی

(استاذ حدیث وصدر مفتی دار العلوم حیدرآباد)

فون:09392298508

ای میل:mjqasmi74@gmail.com

جملہ حقوق محفوظ

دوسرا ایڈیشن: ۱۴۴۱ھ

نام کتاب	:	مصافحہ اور معانقہ کے فضائل واحکام
مؤلف کتاب	:	مولانا مفتی محمد جمال الدین صاحب قاسمی
		(استاد حدیث وصدر مفتی جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد)
صفحات	:	۹۴
قیمت	:	۳۰/روپے
کمپیوٹر کتابت	:	مفتی محمد عبداللہ سلیمان مظاہری
تزئین وسیٹنگ	:	قبا گرافکس، حیدرآباد، فون:9704172672

ملنے کے پتے

(۱) مکتبہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور

(۲) ہندوستان پیپرایمپوریم حیدرآباد

(۳) حافظ عبدالرحمن بیت العلم محلہ شمالی کومئی ڈاکخانہ ناڑی ضلع دربھنگہ (بہار)
فون:06305248704

(۴) قبا گرافکس، قبا کالونی، شاہین نگر، حیدرآباد، فون:09704172672

فہرست مضامین

عرض مرتب	۹
مصافحہ کا بیان	۱۰
مصافحہ پر مغفرت کی خوشخبری	۱۰
مصافحہ عداوت وکینہ ختم کرتا ہے	۱۱
مصافحہ سے گناہ جھڑتے ہیں	۱۱
مصافحہ کرتے وقت اظہار بشاشت پر ثواب کی زیادتی	۱۲
مصافحہ کا مفہوم	۱۲
مصافحہ میں چند انگلیاں پکڑنا	۱۳
کلائی سے کلائی ملانا	۱۳
کپڑے کے اوپر سے مصافحہ	۱۴
متوجہ ہوکر مصافحہ کرنا	۱۴
سلام کے بغیر مصافحہ	۱۵
سلام کے وقت مصافحہ ومعانقہ دونوں کو جمع کرنا	۱۵
بائیں ہاتھ سے مصافحہ	۱۷
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مصافحہ	۱۸
صحابہ اور مصافحہ	۱۹

دورِ صحابہ کے بعد مصافحہ کا رواج	۲۰
مصافحہ کی شرعی حیثیت	۲۱
مصافحہ کی ابتداء	۲۱
اشعری حضرات سے مصافحہ کی ابتداء ہوئی ہے؟	۲۴
مصافحہ کا وقت	۲۵
کثرت مصافحہ مطلوب ہے	۲۶
مصافحہ کے وقت کی دعا	۲۶
مصافحہ کے بعد ہاتھ سینہ پر پھیرنا	۲۷
مصافحہ کرتے وقت کچھ دینا	۲۷
ناپاک شخص سے مصافحہ کرنا	۲۸
مصافحہ کے بعد اپنے ہاتھ کو چومنا	۲۹
مصافحہ کے بعد سامنے والے کا ہاتھ چومنا	۲۹
مصافحہ کے وقت جھکنا	۳۰
مشغول شخص سے مصافحہ نہ کرے	۳۱
وعظ کے بعد واعظ سے مصافحہ کرنا	۳۱
عورتوں سے مصافحہ	۳۲
اجنبیہ سے مصافحہ	۳۲
سیاسی مرد وعورت کا باہم مصافحہ کرنا	۳۳
حنفی مکتب فکر	۳۶
مالکی علماء کے اقوال	۳۷
شافعی علماء کے اقوال	۳۸
فقہائے حنابلہ کے اقوال	۳۹

ماضی قریب کے عرب علماء کی آراء	۴۰
تفصیلی گفتگو کی وجہ	۴۱
افسوسناک صورتِ حال	۴۱
عورتوں کا آپس میں مصافحہ کرنا	۴۲
فاسق سے مصافحہ	۴۲
غیر مسلموں سے مصافحہ کرنا	۴۳
مواقع ضرورت میں غیر مسلموں سے مصافحہ	۴۴
فجر وعصر کی نماز کے بعد مصافحہ	۴۵
عیدین کے بعد مصافحہ	۴۷
مصافحہ دو ہاتھ سے کرے	۴۹
دو ہاتھ سے مصافحہ کرنے کے دلائل	۴۹
ایک شبہ اور اس کا جواب	۵۰
ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک ہاتھ بڑھایا تھا	۵۰
مصافحہ دو ہاتھ سے کرنے پر مزید احادیث	۵۲
ایک شبہ اور اس کا جواب	۵۳
ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ	۵۶
ایک ہاتھ سے مصافحہ	۵۷
ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا جائے یا نہیں؟	۵۹

معانقہ کا بیان

معانقہ کی ابتداء	۶۱
امم سابقہ میں معانقہ کا رواج	۶۴

حضرت اسحاق علیہ السلام سے معانقہ	٦٥
حضرت اسماعیل علیہ السلام سے معانقہ	٦٥
حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا آپس میں معانقہ	٦٥
حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے بھائیوں سے معانقہ	٦٦
حضرت یعقوب و یوسف علیہما السلام کا معانقہ	٦٨
اصحاب کہف کا آپس میں معانقہ	٦٨
معانقہ کے باب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعامل	٦٩
حضرت الیاس علیہ السلام سے معانقہ	٦٩
حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے معانقہ	٧٠
حضرت سفیان اور امام مالک رحمہما اللہ کا ایک علمی مکالمہ	٧٠
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے معانقہ	٧١
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے معانقہ	٧١
حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے معانقہ	٧٢
حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے معانقہ	٧٢
حضرت نعیم رضی اللہ عنہ سے معانقہ	٧٣
حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے معانقہ	٧٣
بنو حریش کے ایک صحابی سے معانقہ	٧٣
ایک نوجوان صحابی سے معانقہ	٧٣
حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے معانقہ	٧٤
صحابہ میں معانقہ کا رواج	٧٤
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے معانقہ	٧٥
عام صحابہ سے معانقہ	٧٥

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے معانقہ	۷۶
حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے معانقہ	۷۶
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے معانقہ	۷۶
حضرت جابر اور عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہما کا معانقہ	۷۶
سوید بن غفلہ اور عمرو بن میمون کا معانقہ	۷۷
حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کا معانقہ	۷۷
اوس وخزرج کا آپس میں معانقہ	۷۷
معانقہ کے باب میں تابعین اور تبع تابعین کا معمول	۷۸
ایک شبہ اور اس کا جواب	۷۹
امام طحاوی علیہ الرحمہ کی رائے	۷۹
شیخ ابومنصور ماتریدی علیہ الرحمہ کی رائے	۸۰
جسم پر کپڑا نہ ہو تب ممانعت ہے	۸۰
بری نیت سے کیا جانے والا معانقہ	۸۱
معانقہ کی حقیقت	۸۱
معانقہ بائیں جانب کیا جائے	۸۲
معانقہ دائیں جانب کیوں نہیں؟	۸۳
حدیث مذکور کا صحیح مفہوم	۸۳
فقہاء ومحدثین کے طرز سے استدلال	۸۳
معانقہ کتنی مرتبہ کیا جائے	۸۴
تین مرتبہ معانقہ کرنا	۸۴
معانقہ میں سینہ ملانا	۸۵
معانقہ میں پیٹ ملانا	۸۵

معانقہ میں جسم کو بھینچنا	٨٥
کسی آنے والے کو دیکھ کر تعظیما کھڑا ہونا	٨٦
طلبہ کا استاذ کی آمد پر کھڑا ہونا	٨٧
غیر مسلم وزراء کے لئے کھڑا ہونا	٨٨
تعظیم کے لئے کھڑے ہونے کا قانون	٨٩
بزرگوں کے ہاتھ پیر چومنا	٨٩
قرآن کو چومنا	٩١
بوقت اذان انگوٹھا چومنا	٩١
سلام کے وقت کھڑے ہونا	٩٣
نو وارد کے لئے جگہ بنانے کے لیے کھڑے ہونا	٩٣
مہمان کے لیے قیام وتقبیل	٩٤

عرض مرتب

اسلام کا حکم ہے کہ جب دو شخص آپس میں ملاقات کریں تو اظہار تعلق ومحبت کے لئے ''السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته'' کہیں؛ تاکہ اس کے ذریعہ خدائے تعالیٰ کی یاد کے ساتھ جان ومال کی سلامتی اور دل سے امن وآشتی کا پیغام دیا سکے، پھر مزید اظہار محبت کے لئے مصافحہ کا حکم دیا ہے، جو سلام کا تتمہ اور تکملہ ہے، اس سے گناہوں کی مغفرت اور باہم مودت میں دوام واضافہ ہوتا ہے، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ سنت ہے، حضور ﷺ اور صحابہ کا اس پر عمل رہا ہے، سلف صالحین کے درمیان بھی اس کا رواج تھا، پھر انتہائی خوش دلی اور قلبی بشاشت کے اظہار کے لئے معانقہ کو رواج دیا گیا۔

اسی اہمیت کے پیش نظر ذیل میں مصافحہ اور اس کے بعد معانقہ کی تھوڑی تفصیل ذکر کی جاتی ہے؛ تاکہ ہم لوگ اسے اہمیت کے ساتھ زندگی میں داخل کرسکیں۔ **والله ولی التوفیق وبیده الخیروهو علی کل شیء قدیر وبقدرته تتم الصالحات،والحمد لله اولا وآخرا،وصلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وآله وصحبه اجمعین۔**

محمد جمال الدین قاسمی ۱۱/ جمادی الاخری ۱۴۴۱ھ

استاذ حدیث وصدر مفتی دار العلوم حیدرآباد م: ٦/ فروری ۲۰۲۰ء

مصافحہ کا بیان

مصافحہ سلام کا تتمہ اور تکملہ ہے،اس سے گناہوں کی مغفرت اور باہم مودت میں دوام و اضافہ ہوتا ہے،اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ سنت ہے،حضور ﷺ اور صحابہ کا اس پر عمل رہا ہے،سلف صالحین کے درمیان بھی اس کا رواج تھا۔

مصافحہ پر مغفرت کی خوشخبری

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے مصافحہ کرتے ہیں تو ان کی ہتھیلیاں جدا ہونے سے پہلے ہی دونوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔(۱) اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں،تو اللہ تعالی پر ان دونوں کی دعاؤں کا قبول کرنا لازم ہو جاتا ہے اور ان کے ہاتھوں کے جدا ہونے سے پہلے ہی ان کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔(۲) اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں پھر اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں تو دونوں اس حال میں جدا ہوتے ہیں کہ ان پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔(۳)

معجم اوسط میں تھوڑی اور تفصیل ملتی ہے،حضرت ابوداؤد علیہ الرحمہ جو ترمذ کے رہنے والے

---

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی،حدیث نمبر:۸۰۷۶۔

(۲) مسند ابی یعلی الموصلی،حدیث نمبر:۴۱۳۹۔

(۳) مسند احمد،حدیث نمبر:۱۸۵۹۴۔

تھے، وہ کہتے ہیں کہ میری ملاقات حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا اور ہنسنے لگے، پھر خود ہی دریافت فرمایا کہ تمہیں پتہ ہے کہ میں نے تم سے مصافحہ کیوں کیا؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے پتہ نہیں؛ لیکن اتنی بات تو طے ہے کہ آپ نے کسی اچھی نیت سے ہی مصافحہ کیا ہوگا، یہ سن کر انہوں نے فرمایا کہ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے اسی طرح پیش آئے تھے، پھر آپ نے دریافت فرمایا تھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ جب میں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب دو مسلمان آپس میں ملاقات کرتے ہیں، مصافحہ کرتے اور ہنستے ہیں اور یہ سارے اعمال محض اللہ کی خوشنودی کے لئے کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالی دونوں کی مغفرت فرمادیتا ہے(١)

مصافحہ عداوت وکینہ ختم کرتا ہے

مصافحہ سے جہاں آخرت کا فائدہ ہے اوراس سے گناہوں کی بخشش ہوتی ہے وہیں عداوت کا ازالہ ہوتا ہے، کینہ کپٹ کا خاتمہ ہوتا ہے، اور آپس میں محبت وہمدردی پیدا ہوتی ہے، حضرت عطاء علیہ الرحمۃ سے مرسلا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد منقول ہے:

تَصَافَحُوا يَذْهَبِ الْغِلُّ. وَتَهَادَوْا تَحَابُّوا، وَتَذْهَبِ الشَّحْنَاءُ . (٢)

باہم مصافحہ کیا کرو،اس سے دلوں کی رنجش دور ہوجائے گی اورایک دوسرے کوہدیہ دیا کرو ،باہم محبت پیداہوگی اورکینہ جاتا رہے گا ۔

مصافحہ سے گناہ جھڑتے ہیں

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری ملاقات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنا ہاتھ مجھے دو، یعنی مصافحہ کرو؛ لیکن میں نے ہاتھ نہیں بڑھایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری پھر تیسری مرتبہ یہی فرمایا؛ لیکن میں ہاتھ نہیں بڑھا سکا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وجہ پوچھی، میں نے عرض کیا: جنبی ہوں؛ اس لئے ہاتھ بڑھانے میں کراہت محسوس کررہاہوں، آپ

(١) المعجم الاوسط، حدیث نمبر: ٧٦٣٠۔
(٢) موطاامام مالک، حدیث نمبر: ٣٣٦٨۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب ایک مومن دوسرے مومن سے ملتا ہے، پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتا ہے تو ان کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے (موسم بہار میں) درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔(۱) اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مسلمان اپنے بھائی سے ملاقات کرتا ہے پھر (مصافحہ کے لیے) اُس کا ہاتھ پکڑتا ہے تو (اُس مصافحہ کی برکت سے) دونوں کے صغیرہ گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں، جیسے سخت اور تیز آندھی کے وقت، سوکھے ہوئے درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں، اور انہیں بخش دیا جاتا ہے؛ اگرچہ ان کے صغیرہ گناہ سمندر کے جھاگ کی مانند ہوں۔(۲)

مصافحہ کرتے وقت اظہار بشاشت پر ثواب کی زیادتی

حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب دو مومن آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے درمیان ستر مغفرت کی تقسیم کی جاتی ہے، ان میں سے انہتر مغفرت سے اس کو نوازا جاتا ہے جو خوشی وبشاشت کا زیادہ اظہار کرتا ہے۔(۳) اور حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جب دو مسلمان آپس میں ملتے اور مصافحہ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی مزاج پرسی کرتے ہیں تو اللہ تعالی ان کے درمیان سو رحمتیں نازل فرماتے ہیں، جن میں سے ننانوے رحمت اس کے لئے ہوتی ہے جو اپنے بھائی کی مزاج پرسی میں زیادہ بشاشت اور خوشی کا اظہار کرے۔(۴)

مصافحہ کا مفہوم

مصافحہ عربی لفظ ہے جو **صفحة** سے مشتق ہے، اس کا معنی ہتھیلی کو ہتھیلی سے ملانا ہے۔(۵) علامہ عینی علیہ الرحمہ نے بھی یہی تعریف کی ہے؛ البتہ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف متوجہ

---

(۱) الجامع لابن وہب، حدیث نمبر: ۲۵۰، المعجم الاوسط، حدیث نمبر: ۲۴۵۔
(۲) المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر: ۶۱۵۰۔
(۳) مکارم الاخلاق للخرائطی، حدیث نمبر: ۸۴۸۔
(۴) المعجم الاوسط، حدیث نمبر: ۷۶۷۲۔
(۵) فتح الباری ۱۱/ ۵۴، **باب المصافحة**۔

ہونے کی بھی قید لگائی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

المصافحة، وَهِيَ مفاعلة من إلصاق صفح الْكَفّ بالكف وإقبال الْوَجْه على الْوَجْه -(۱)

مصافحہ، باب مفاعلہ سے ہے، جس کا مطلب ہے: ہتھیلی کو ہتھیلی سے چپکا دینا اور چہرہ سے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہونا۔

لسان العرب (۲) اور تاج العروس میں بھی اساس وتہذیب کے حوالے سے یہی نقل کیا گیا ہے۔(۳) ابن اثیر علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب نہایہ میں بھی ہتھیلی سے ہتھیلی کو ملانے اور چہرہ کے ذریعہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہونے کو مصافحہ قرار دیا ہے۔(۴)

مصافحہ میں چند انگلیاں پکڑنا

مصافحہ میں ہتھیلی کو ہتھیلی سے ملایا جاتا ہے؛ لہٰذا اگر کوئی اس کے بجائے صرف چند انگلیاں پکڑ لے اور ہتھیلی کو ہتھیلی سے نہ ملائے تو شرعاً اسے مصافحہ نہیں کہا جائے گا، بعض حضرات محض انگلیاں چھو لینے پر اکتفاء کرتے ہیں، یہ شرعی مصافحہ نہیں ہے؛ اس لئے اس سے اجتناب کرنا چاہئے، محمد ابو سعید خادمی علیہ الرحمۃ نے صلوۃ مسعودی کے حوالے سے لکھا ہے:

وَأَخْذُ الْأَصَابِعِ لَيْسَ بِمُصَافَحَةٍ بَلْ فِعْلِ الرَّوَافِض-(۵)

صرف انگلیاں پکڑ لینا مصافحہ نہیں ہے، مصافحہ کرتے وقت ایسا کرنا روافض کا معمول ہے۔
یہی بات علامہ شامی نے بھی لکھی ہے۔(۶)

کلائی سے کلائی ملانا

کبھی ہاتھ کسی کام میں مصروف ہوتا ہے تو بعض حضرات اس دوران مصافحہ کرتے وقت

(۱) عمدۃ القاری ۲۲/ ۲۵۲، باب المصافحة۔
(۲) لسان العرب ۲/ ۵۱۴، فصل الصاد۔
(۳) تاج العروس ۶/ ۵۴۲، مادہ، صفح۔
(۴) النہایہ فی غریب الحدیث والاثر ۳/ ۳۴، مادہ صفح۔
(۵) بریقۃ محمودیہ ۴/ ۷۶، من آفات الید تصویر الحیوانات۔
(۶) شامی ۶/ ۳۸۲، باب الاستبراء۔

محض کلائی کو کلائی سے ملانے پر اکتفاء کر لیتے ہیں، یا پھر اپنی ہتھیلی دوسرے کی کلائی پر رکھ دیتے ہیں، اور اس کو مصافحہ سمجھ لیتے ہیں، حالانکہ یہ مصافحہ نہیں ہے، مصافحہ میں ہتھیلی کا ہتھیلی سے ملنا ضروری ہے؛ اس لئے جب کام سے فراغت ہوجائے تو مصافحہ کرنا چاہئے۔

کپڑے کے اوپر سے مصافحہ

مصافحہ کے مفہوم میں چونکہ ہتھیلی کا ہتھیلی سے ملانا داخل ہے؛ لہذا اگر کوئی کپڑا وغیرہ درمیان میں حائل ہو تو اس سے بھی مصافحہ کی سنت ادا نہ ہوگی، حضرت انس ﷺ سے مروی ہے:

المصافحة من وَرَاء الثِّيَاب جفَاء -(۱)

کپڑے پر سے مصافحہ کرنا جفاء ہے۔

اور ابن عباس ﷺ سے منقول ہے کہ اس سے محبت میں کمی ہوتی ہے۔(۲) اور شامی میں ہے:

وَالسُّنَّةُ أَنْ تَكُونَ بِكِلْتَا يَدَيْهِ، وَبِغَيْرِ حَائِلٍ مِنْ ثَوْبٍ أَوْ غَيْرِه - (۳)

مصافحہ دونوں ہاتھ سے کرنا سنت ہے اور مصافحہ کرتے وقت کپڑے وغیرہ حائل نہ ہوں۔

متوجہ ہوکر مصافحہ کرنا

مصافحہ کرتے وقت جس طرح ہتھیلی سے ہتھیلی کو ملانا ضروری ہے، اسی طرح ایک دوسرے کا چہرہ بھی آمنے سامنے ہونا ضروری ہے، اگر صرف ہتھیلی کا ملانا پایا گیا؛ لیکن چہرہ سے متوجہ ہونا نہ پایا گیا تو بھی مصافحہ شرعی نہیں کہلائے گا، بعض حضرات کسی سے گفتگو میں مصروف ہوتے ہیں اور اسی دوران کوئی سلام کر کے مصافحہ کے واسطے ہاتھ بڑھاتا ہے تو اس کی طرف متوجہ ہوئے بغیر مصافحہ کے لئے صرف ہاتھ بڑھا دینے پر اکتفاء کر لیا جاتا ہے، جو صحیح نہیں ہے، مصافحہ کے وقت چہرہ سے

---

(۱) مسند فردوس للدیلمی، حدیث نمبر: ۶۶۸۷۔

(۲) حوالہ سابق، حدیث نمبر: ۶۶۸۶۔

(۳) شامی ۶/ ۳۸۲، باب الاستبراء۔

بھی متوجہ ہونا چاہئے ؛ تاکہ یہ مصافحہ شرعی مصافحہ ہو سکے۔

سلام کے بغیر مصافحہ

بعض حضرات سلام کے بغیر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیتے ہیں اور دونوں جانب سے کوئی سلام نہیں کہتا، حالانکہ مصافحہ کو حدیث میں سلام کا تتمہ اور تکملہ کہا گیا ہے، جب اصل کا وجود نہیں ہوگا تو اس کا تتمہ اور تکملہ بھی کیسے ہو سکے گا؛ لہذا پہلے سلام کرنا چاہئے، اس کے بعد مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھانا چاہئے، سلام کے بغیر ہی اگر مصافحہ کرلیا تو یہ بھی شرعی مصافحہ نہیں کہلائے گا، حضرت جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ سے ملتے تو سلام سے پہلے مصافحہ نہیں کرتے تھے۔(۱) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً نقل کرتے ہیں: کہ ایک مومن کی جب دوسرے مومن سے ملاقات ہو تو اولاً اُسے سلام کرے اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے تو دونوں کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں (۲) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور اُن میں سے ایک دوسرے کو سلام کرتا ہے تو بے شک اللہ کے نزدیک دونوں میں محبوب ترین وہ ہوتا ہے، جو بشاشت ومسکراہٹ کے ساتھ ملے، پھر جب دونوں مصافحہ کرتے ہیں تو دونوں پر سو رحمتیں نازل ہوتی ہیں، پہل کرنے والے کے لیے نوے رحمتیں ہوتی ہیں اور جس سے مصافحہ کیا گیا ہے، اُس کے لیے دس رحمتیں ہوتی ہیں (۳)

سلام کے وقت مصافحہ ومعانقہ دونوں کو جمع کرنا

سلام کے بعد، مصافحہ اور معانقہ دونوں کرنا چاہیے یا کوئی ایک اور اگر دونوں کریں تو پہلے مصافحہ کرنا چاہیے پھر معانقہ یا پہلے معانقہ پھر مصافحہ، روایات اور متقدمین کی کتابوں میں اِس کی کوئی وضاحت نہیں ہے کہ دونوں کو جمع کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور دونوں میں سے کس کو مقدم اور کس کو مؤخر کیا جائے؟ روایتوں سے اِتنا معلوم ہوتا ہے کہ سلام کی تکمیل مصافحہ سے ہوتی ہے، یعنی

---

(۱) مجمع الزاوائد، حدیث نمبر: ۱۲۷۶۳۔

(۲) المعجم الاوسط، حدیث نمبر: ۲۴۵۔

(۳) الترغیب فی فضائل الاعمال وثواب ذلک لابن شاہین، حدیث نمبر: ۴۲۶۔

شریعت نے ملاقات کے وقت صراحۃً جس عمل کو مشروع کیا ہے وہ سلام اور مصافحہ ہے، اب سوال یہ ہے کہ معانقہ مستقل ایک حکم ہے یا سلام کے تابع، اس کا تتمہ اور اُس کی جنس سے ہے؟ مولانا ظفر احمد تھانوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

> شریعت نے ملاقات کے وقت جس عمل کو مشروع کیا ہے وہ سلام اور مصافحہ ہے، معانقہ سلام کا تتمہ اور اُس کی جنس سے نہیں ہے؛ لہذا معانقہ تتمہ اور تکملۂ سلام کی حیثیت سے مکروہ ہے۔(١)

لیکن مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی علیہ الرحمۃ اور حضرت الاستاد مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہ کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ معانقہ، سلام کا تکملہ اور مصافحہ کا نعم البدل ہے؛ لہذا اُن دونوں طریقوں میں سے کسی ایک کو تمام التحیہ بنایا جائے؛ البتہ مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی نے یہ صراحت کی ہے کہ مصافحہ اور معانقہ دونوں کو جمع کرنے کا چونکہ واضح ثبوت نہیں ہے؛ اس لئے دونوں کو جمع کرنا خلافِ سنت ہے، ان کی عبارت ہے:

> .....حاصل یہ کہ اصل تحیۃ اللقاء تو صرف سلام سے ادا ہوجاتا ہے اور تمام التحیۃ سلام کے بعد مزید اظہار مسرت ومودت سے، جس کے دو طریقے علی سبیل البدل مشروع ہیں، عام حالات میں مصافحہ اور کسی محرک خصوصی کے وقت معانقہ، اظہارِ محبت کے اِن دو طریقوں میں سے کسی ایک کو تمام التحیہ بھی بنایا جاسکتا ہے اور موقع تحیہ سے الگ مستقل بھی، تحیہ میں دونوں کو جمع کرنے کا واضح ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے یہ خلافِ سنت معلوم ہوتا ہے؛ البتہ مستقلاً یعنی غیر تحیہ کے موقع پر جمع کرنے میں کوئی اشکال نہیں، اِس کے لیے ثبوت کی حاجت نہیں، **والفرق أن الأول من الموارد الشرعية دون الثاني**۔(٢)

جب کہ حضرت الاستاد مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہ نے خلافِ سنت نہیں

---

(١) اعلاء السنن ١٧/ ٤٢٣۔

(٢) احسن الفتاویٰ ٨/ ٤١٠۔

کہا؛ بلکہ ایک ہلکی غلطی قرار دیا ہے ان کی عبارت اس طرح ہے:

پھر اگر معرفت یا عقیدت ہے تو سلام کے بعد مصافحہ بھی کرنا چاہیے اور یہ تحیۃ المعرفۃ ہے، اس سے سلام کی تکمیل ہوتی ہے اور اگر غایت درجہ معرفت ہے تو مصافحہ کے بجائے معانقہ کرنا چاہیے، معانقہ، مصافحہ کا نعم البدل ہے.....اور مصافحہ اور معانقہ کو جمع کرنا آبِ زمزم کا پانی پینا ہے۔(۱)

بائیں ہاتھ سے مصافحہ

بعض حضرات کا دایاں ہاتھ کسی کام میں مصروف ہوتا ہے تو بائیں ہاتھ سے بھی مصافحہ کر لیا کرتے ہیں، یہ بھی شرعی مصافحہ نہیں ہے؛ کیونکہ بعض روایات میں مصافحہ دائیں ہاتھ سے کرنے کی صراحت ہے، مثلاً حضرت ابوامامۃ اور حضرت واثلہ رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

مِنْ تَمَامِ التَّحِيَّةِ الْأَخْذُ بِالْيَمِين-(۲)

سلام کا تکملہ دائیں ہاتھ سے مصافحہ کرنا ہے۔

اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں ہے:

الْمُصَافَحَةُ بِالْيَمِينِ - (۳)

مصافحہ دائیں ہاتھ سے کیا جائے۔

لہٰذا بائیں ہاتھ سے مصافحہ درحقیقت مصافحہ نہیں ہے، بعض اہل علم کو بھی ایسا کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہئے؛ تاکہ عوام میں یہ غلط طریقہ رائج نہ ہو، علامہ عبدالرحمن مبارکپوری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَالسُّنَّةُ فِي الْمُصَافَحَةِ أَنْ تَكُونَ بِالْيَدِ الْيُمْنَى - (۴)

مصافحہ دائیں ہاتھ سے کرنا سنت ہے۔

(۱) تحفۃ الالمعی ۶/ ۵۰۲۔

(۲) مسند الرویانی، حدیث نمبر:۱۲۶۱۔

(۳) الفوائد لتمام بن محمد، حدیث نمبر:۱۱۷۔

(۴) تحفۃ الاحوذی ۵/ ۱۸۳، **باب ماجاء فی بیعۃ النساء**۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مصافحہ

امام بخاری علیہ الرحمہ نے ایک مستقبل باب ''**باب المصافحة**'' قائم فرمایا ہے، اس میں ایک حدیث عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کی ذکر کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مصافحہ کر رہے تھے۔(۱) بخاری ہی میں یہ حدیث بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے تشہد سکھا رہے تھے اور میری ہتھیلی آپ کی دو ہتھیلیوں کے درمیان تھی (یعنی مصافحہ کرتے ہوئے توجہ کے ساتھ تشہد سکھا رہے تھے)۔(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرتا اور مصافحہ کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا ہاتھ اس سے نہ کھینچتے، جب تک کہ وہی نہ کھینچ لیتا۔(۳) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

صَافَحَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا جُنُب -(۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے مصافحہ فرمایا جب کہ میں جنابت کی حالت میں تھا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میں نے ملاقات کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے مصافحہ فرمایا، میں نے عرض کیا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں تو اسے عجمیوں کا طور طریقہ سمجھتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ایسا بالکل نہیں ہے، جو شخص اپنے بھائی سے ملے اور محبت و ہمدردی کے ساتھ مصافحہ کرے تو جدا ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالی ان دونوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔(۵) ایک صاحب نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ حضرات کی جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ حضرات سے مصافحہ کرتے تھے؟ آپ نے جواب دیا کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری ملاقات ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصافحہ ضرور کرتے تھے۔(۶)

---

(۱) بخاری، حدیث نمبر: ۶۲۶۴۔

(۲) بخاری، حدیث نمبر: ۶۲۶۵۔

(۳) سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۲۴۹۰۔

(۴) مسند بزار، حدیث نمبر: ۲۹۵۴۔

(۵) الترغیب فی فضائل الاعمال لابن شاہین، حدیث نمبر: ۴۲۸۔

(۶) سنن ابوداود، حدیث نمبر: ۵۲۱۴۔

صحابہ اور مصافحہ

مصافحہ صحابہ کے درمیان ایک رائج عمل تھا، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے مصافحہ کرتے ہوئے دیکھا تھا، کانوں سے ان کے فضائل سنے تھے؛ اس لئے آپس میں وہ حضرات بھی مصافحہ کرتے تھے، حضرت قتادہ علیہ الرحمۃ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ مصافحہ کا رواج حضرات صحابہ کے درمیان تھا؟ حضرت انس علیہ الرحمۃ نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔(۱)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے کی وجہ سے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عتاب ان پر ہوا اور چالیس؛ بلکہ پچاس یوم تک ان سے سلام کلام تک بند رہا اور آخر میں جب دربار خداوندی سے ان کی توبہ قبول ہونے کی خوشخبری نازل ہوئی اور اسے سن کر وہ پہلی مرتبہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بہت سے صحابہ تشریف فرما تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ تیزی کے ساتھ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھے اور سلام کر کے مصافحہ کیا اور قبولیتِ توبہ پر مبارکبادی دی۔(۲)

حضرت غالب علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں نے امام شعبی علیہ الرحمۃ سے دریافت کیا کہ ابن سیرین علیہ الرحمۃ مصافحہ کو مکروہ سمجھتے ہیں، کیا واقعہ یہی ہے؟ امام شعبی علیہ الرحمۃ نے فرمایا صحابہ کرام تو آپس میں مصافحہ کیا کرتے تھے اور اگر ان میں سے کوئی سفر سے واپس لوٹتے تو معانقہ بھی کرتے تھے۔(۳) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی ملاقات حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو انہوں نے ان سے مصافحہ کیا۔(۴) حضرت عطاء علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ حطیم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک صاحب آئے اور ان کے بازو میں کھڑے ہو گئے اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اپنا ہاتھ ان کی طرف بڑھایا، مصافحہ کیا اور ان کے ہاتھ کو تھوڑا سا دبایا۔(۵)

---

(۱) بخاری، حدیث نمبر: ۶۲۶۳۔

(۲) بخاری، حدیث نمبر: ۴۴۱۸۔

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر: ۲۵۷۲۰۔

(۴) مکارم الاخلاق للخرائطی، حدیث نمبر: ۸۵۶۔

(۵) التمہید فی الموطا من المعانی والاسانید ۲۱/۱۶، الحدیث الثالث۔

دورِ صحابہ کے بعد مصافحہ کا رواج

صحابہ کو دیکھنے والے تابعین ہیں ، اور ان کی صحبت یافتہ حضرات تبع تابعین ہیں ، ان حضرات میں بھی مصافحہ کا رواج رہا ہے، امام بخاری علیہ الرحمۃ نے تعلیقاً ذکر کیا ہے کہ حضرت حماد بن زید علیہ الرحمۃ نے عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔(۱) ایک مرتبہ حضرت سماک علیہ الرحمۃ کی مجلس میں مصافحہ کا ذکر چھڑ گیا تو حضرت نعمان بن حمید علیہ الرحمۃ نے بیان کیا ہے کہ میں اپنے ماموں عباد بن شرحبیل علیہ الرحمۃ کے ساتھ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہونچا تو انہوں نے میرے ماموں سے مصافحہ کیا۔ (۲) حضرت قتادہ علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ حسن بصری علیہ الرحمۃ مصافحہ کیا کرتے تھے۔(۳)

فضل بن زیادہ علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ سے کئی مرتبہ مصافحہ کیا، وہ مصافحہ میں پہل کیا کرتے تھےاور لوگوں سے مصافحہ کثرت کے ساتھ کیا کرتے تھے، حضرت ابراھیم بن سعید جوہری علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ میں امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا اوران کو سلام کیا ، پھر میں نے مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھایا تو انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا اوراس سے بڑے خوش ہوئے۔(۴)سفیان بن عیینہ علیہ الرحمۃ جب امام مالک علیہ الرحمۃ کے یہاں پہونچے تو امام مالک علیہ الرحمۃ نے ان سے مصافحہ فرمایا۔(۵) مصافحہ کے اسلاف کے یہاں بلا نکیر رواج کی وجہ سے ابن بطال علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اَلْمُصَافَحَةُ حَسَنَةٌ عِنْدَ عَامَّةِ الْعُلَمَاءِ۔(۶)

عام علماء کے یہاں مصافحہ ایک پسندیدعمل ہے۔

---

(۱) بخاری، باب المصافحۃ۔

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر:۲۵۷۱۶۔

(۳) صحیح ابن حبان، حدیث نمبر:۴۹۲۔

(۴) الآداب الشرعیہ والمنح المرعیہ ۲/ ۲۵۷، فصل فی سنۃ المصافحۃ۔

(۵) المنتقی شرح الموطا ۷/ ۲۱۶، ماجاء فی المھاجرۃ۔

(۶) فتح الباری ۱۱/ ۵۵، باب المصافحۃ۔

مصافحہ کی شرعی حیثیت

مصافحہ کا جواز صحابہ وتابعین اور متقدمین ومتاخرین محدثین وفقہاء سے ثابت ہے، اور اس کا مستحسن ہونا منقول ہے؛ بلکہ علامہ نووی علیہ الرحمۃ نے صراحت کی ہے:

اَلْمُصَافَحَةُ سُنَّةٌ مُجْمَعٌ عَلَيْهَا عِنْدَ التَّلَاقِي-(۱)

ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا بالاتفاق سنت ہے۔

اور علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمۃ نے اسے متوارث عمل قرار دیا ہے۔(۲) علامہ کاسانی علیہ الرحمۃ نے بھی اسے سنت متوارثہ قرار دیا ہے۔(۳) علامہ عینی علیہ الرحمۃ کی تصریح کے مطابق امام مالک علیہ الرحمۃ اگر چہ ابتداء کراہت کے قائل تھے؛ لیکن بعد میں وہ بھی استحباب کے قائل ہو گئے تھے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

وَقَدِ اسْتَحَبَّهَا مَالِكٌ بَعْدَ كَرَاهَتِهِ - (۴)

امام مالک علیہ الرحمۃ بھی مصافحہ کے مستحب ہونے کے قائل ہو گئے تھے، اگر چہ ابتداء میں انہوں نے اسے مکروہ قرار دے دیا تھا۔

مولانا عبدالرحمن مبارکپوری علیہ الرحمۃ نے بھی مصافحہ کو سنت موکدہ قرار دیا ہے۔(۵) خلاصہ یہ کہ مصافحہ کے جائز؛ بلکہ سنت ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے، اس کا مسنون ہونا متفق علیہ امر ہے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک دور سے یہ عمل چلا آ رہا ہے۔

مصافحہ کی ابتداء

مصافحہ کی ابتداء کب ہوئی؟ اور کس سے ہوئی؟ اس بارے میں روایات مختلف ہیں، کتب حدیث وغیرہ میں اس سلسلے میں تین اقوال ملتے ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

---

(۱) فتح الباری ۱۱/ ۵۵، باب المصافحة۔

(۲) البحر الرائق ۸/ ۲۲۱، فروع تقبیل غیرہ الخ۔

(۳) بدائع الصنائع ۵/ ۱۲۴ کتاب الاستحسان۔

(۴) عمدۃ القاری ۲۲/ ۲۵، باب المصافحه۔

(۵) تحفۃ الاحوذی ۷/ ۴۲۷، باب ماجاء فی المصافحة۔

۱۔ ابوداؤد طیالسی علیہ الرحمۃ، حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ سے نقل کرتے ہیں کہ سب سے پہلے مصافحہ ذوالقرنین علیہ الرحمۃ نے کیا تھا۔(۱) یہی بات ابن عساکر علیہ الرحمۃ نے بھی بیان کی ہے ۔(۲) ابن حجر علیہ الرحمۃ نے بھی یہی لکھا ہے، انہوں نے علامہ فاکہانی علیہ الرحمۃ کے واسطے سے عبید بن عمیر علیہ الرحمۃ کی سند سے لکھا ہے کہ ذوالقرنین علیہ الرحمۃ نے پیدل حج کیا، اس کی اطلاع جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملی تو آپ نے ذوالقرنین علیہ الرحمۃ سے ملاقات کی، پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ ذوالقرنین علیہ الرحمۃ مسجد حرام میں آئے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا اور ان سے مصافحہ بھی کیا اور اس کے بعد یہ بھی لکھا ہے:

وَيُقَالُ إِنَّهُ أَوَّلُ مَنْ صَافَحَ ۔ (۳)

اور یہ کہا جاتا ہے کہ ذوالقرنین پہلے مصافحہ کرنے والے انسان ہیں۔

اس کے بعد حضرت عثمان بن ساج علیہ الرحمۃ کی سند سے ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ ذوالقرنین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی تو انہوں نے فرمایا: میں آپ کے حق میں کیسے دعائے خیر کرسکتا ہوں، جب کہ آپ نے میرے کنویں کو خراب کردیا ہے، ذوالقرنین نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ اس میں میرے حکم کا دخل نہیں ہے، ہمارے بعض لشکروں کی یہ حرکت ہے، جو انہوں نے از خود میرے علم واطلاع اور حکم کے بغیر کی ہے اور ابن ہشام علیہ الرحمۃ نے کتاب التیجان میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ذوالقرنین علیہ الرحمۃ کے یہاں ایک مقدمہ لے گئے، جس میں ذوالقرنین علیہ الرحمۃ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں فیصلہ دیا، ممکن ہے کہ وہ مقدمہ انہی کے بعض لشکروں کی آب زمزم کے تعلق سے زیادتی کا ہو اور اس میں انہوں نے اپنے لشکر پر نکیر کی ہو، اور اس کے فعل کو غلط ٹھہرایا ہو، نیز ابن ابی حاتم علیہ الرحمۃ نے علی بن احمد علیہ الرحمۃ کے طریق سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ ذوالقرنین علیہ الرحمۃ جب مکہ مکرمہ آئے تو حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کو خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے ہوئے پایا، تعمیر کی وجہ پوچھنے پر انہوں نے جواب دیا کہ ہم دونوں کو اللہ تعالی کا یہی حکم

(۱) البدایہ ۲/ ۱۰۹، خبر ذی القرنین۔
(۲) تاریخ دمشق ۱۷/ ۳۵۸، ذو القرنین واسمه۔
(۳) فتح الباری ۶/ ۳۸۲، بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالَی وَيَسْأَلُونَكَ عَنْ ذِي القرنين الخ۔

ہے، اس لئے اس حکم کی بجا آوری میں یہ کام کر رہے ہیں، ذو القرنین علیہ الرحمۃ کو یقین نہ آیا تو اس نے کہا کہ تمہارے اس دعوی پر کوئی گواہ ہے؟ اسی وقت پانچ مینڈھوں نے گواہی دی، اس کے بعد ذو القرنین علیہ الرحمۃ کو اعتراف کرنا پڑا کہ تم دونوں اپنے دعوے میں سچے ہو۔(۱) ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ذو القرنین علیہ الرحمۃ کی ملاقات مکہ مکرمہ میں ہوئی ہے اور اس نے مصافحہ کرنے میں پہل بھی کیا ہے۔

۲۔ سب سے پہلے مصافحہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا ہے، علامہ ابو العون سفارینی علیہ الرحمۃ مثیر الغرام کے حوالے سے اسی بات کی صراحت کی ہے، انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب سکندر اکبر حرم مکی میں آئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے سکندر اکبر سے مصافحہ کیا، معانقہ کیا اور پیشانی کو بوسہ دیا، پھر ایک جھنڈا تیار کر کے دیا اور اپنے ہاتھ سے ان کے سر پر عمامہ باندھا اور کچھ نصیحتیں بھی فرمائیں، سکندر اکبر نے بھی سعادت مندی کا ثبوت دیا اور حضر ابراہیم علیہ السلام کے دین کو قبول کر لیا اور خود کو دین حنیف کا پابند بنالیا۔(۲) اسی کی صراحت علامہ بکری علیہ الرحمۃ (متوفی: ۷۳۳ھ) نے بھی کی ہے۔(۳)

۳۔ سب سے پہلے مصافحہ اہل یمن نے کیا ہے، علامہ طبرانی علیہ الرحمۃ نے ایک باب باندھا ہے ''**باب اول من صافح**'' پھر اس کے تحت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو خوشخبری دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: تمہارے یہاں اہل یمن آرہے ہیں، جو بڑے نرم دل والے ہیں اور ملاقات کے وقت سب سے پہلے مصافحہ کرنے والے ہیں۔ (۴) یہی روایت سنن ابوداؤد میں بھی ہے، جس میں یہ ذکر ہے: **وهم اول من جاء بالمصافحة** (۵) اور مسند احمد میں ہے کہ جب یمن سے قبیلہ اشعر کے حضرات مدینہ منورہ پہونچے تو مصافحہ کیا، چنانچہ انہی حضرات نے سب سے پہلے مصافحہ والا عمل جاری کیا۔(۶)

(۱) فتح الباری ۶/۳۸۲، **باب قول الله تعالى ويسئلونك عن ذى القرنين الخ۔**
(۲) غذاء الالباب فی شرح منظومۃ الاداب ۱/۳۲۸، **مطلب اول من صافح وعانق الخ۔**
(۳) نہایۃ الادب فی فنون الادب ۱۳/۱۲۲ **ذکر خبر الذبيح وفداءه۔**
(۴) الاوائل للطبرانی، حدیث نمبر: ۱۵۔ (۵) سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۵۲۱۳۔
(۶) مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۲۵۸۲۔

اشعری حضرات سے مصافحہ کی ابتداء ہوئی ہے؟

مصافحہ سب سے پہلے یمنی قبیلہ والوں میں سے اشعری حضرات نے کیا، یہ صراحت عام احادیث میں خود آپ ﷺ نے فرمائی ہے؛ لیکن مسند احمد کی ایک روایت میں یہ صراحت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بجائے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔(۱) اور صحیح ابن حبان میں آپ ﷺ کا ارشاد ان الفاظ میں منقول ہے:

قَدِمَ الْأَشْعَرِيُّونَ وَفِيهِمْ أَبُو مُوسَى فَكَانُوا أَوَّلَ مَنْ أَظْهَرَ الْمُصَافَحَةَ فِي الْإِسْلَامِ - (۲)

قبیلہ اشعر کے حضرات جن میں ابو موسی اشعری بھی تھے (مدینہ منورہ) تشریف لائے، انہی حضرات نے اسلام میں سب سے پہلے مصافحہ جاری کیا

جامع لابن وہب میں بھی انہی الفاظ کے ساتھ روایت ہے۔(۳) ان قرائن کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مصافحہ کی ابتداء تو بہت پہلے ہو چکی تھی؛ البتہ ان حضرات نے اس کی اشاعت اور اس کے رواج دینے میں غیر معمولی دلچسپی لی تھی، جیسا کہ **اظهر المصافحه** سے معلوم ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مولانا محمد یحیی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے مولانا خلیل احمد سہارنپوری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قوله: وهم اول من جاء بالمصافحة اى بالكثرة والشيوع والا فكانت المصافحة فيهم قبل الاتيان من اهل اليمن - (۴)

آپ ﷺ کے ارشاد: **وهم اول من جاء بالمصافحه** کا مطلب یہ ہے کہ اہل یمن کثرت کے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں اور انہوں نے اس کو رواج دیا ہے؛ ورنہ تو مصافحہ کا سلسلہ صحابہ میں اہل یمن کے مدینہ پہونچنے سے پہلے

(۱) مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۳۶۲۴۔
(۲) صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۷۱۹۳۔
(۳) الجامع لابن وہب، حدیث نمبر: ۲۲۴۔
(۴) بذل المجہود ۵/ ۳۲۵، **باب فی المصافحة**۔

ہی سے تھا۔

شاید اسی طرف اشارہ کرنے کے لئے علامہ سفارینی رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام وسکندر اعظم رحمہ اللہ کا واقعہ ذکر کرنے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں سب سے پہلے مصافحہ کے عمل کو جاری کرنے کی صرحت کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس صراحت کے خلاف حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث نہیں ہے؛ کیونکہ مصافحہ کی ابتداء تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی؛ البتہ اس کا رواج وشیوع یمن کے قبیلہ اشعری حضرات سے ہوا اور ظاہر ہے کہ دونوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔(۱) البتہ یہاں ایک بات یہ رہ جاتی ہے کہ سکندر اعظم رحمہ اللہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام میں سے کس نے مصافحہ کرنے میں پہل کی ہے، اس کی تعیین مشکل ہے، دونوں طرح کے اقوال ملتے ہیں، ممکن ہے کہ دونوں نے ایک دوسرے سے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا ہو؛ اس لئے ابتداء کی نسبت دونوں کی طرف کردی گئی ہے، واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم۔

مصافحہ کا وقت

مصافحہ کا وقت اول ملاقات ہے، جب کسی سے ملاقات ہو تو سلام کرنے کے بعد مصافحہ کرنا چاہئے، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بیان کرتے ہیں:

مَا لَقِيتُهُ قَطُّ إِلَّا صَافَحَنِي-(۲)

جب بھی میری ملاقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے مصافحہ فرمایا۔

اس لئے ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مَحَلَّ الْمُصَافَحَةِ الْمَشْرُوعَةِ أَوَّلُ الْمُلَاقَاةِ -(۳)

شریعت میں مصافحہ کا وقت ابتداء ملاقات ہے۔

لہذا اگر کسی شخص سے ملاقات ہوئی، اور اس وقت اس نے مصافحہ نہیں کیا، دونوں اپنے اپنے کام میں مصروف ہوگئے، آپس میں علمی مذاکرہ ہوا، مختلف موضوعات پر گفتگو ہوئی پھر نماز سے

(۱) غذاء الالباب شرح منظومۃ الاداب ۱/ ۲۵۳، مطلب اول من صافح وعانق الخ۔
(۲) سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۵۲۱۴۔
(۳) مرقاۃ المفاتیح ۷/ ۲۹۶۳، باب المصافحة والمعانقة۔

فارغ ہونے کے بعد ایک دوسرے سے مصافحہ کرنے لگے تو یہ شرعی مصافحہ نہیں ہے، فقہاء نے ایسے مصافحہ کو مکروہ قرار دیا ہے۔(۱)

کثرت مصافحہ مطلوب ہے

مصافحہ کا وقت جیسا کہ بیان کیا گیا کہ ابتداء ملاقات ہے؛ لہذا جب ملاقات ہو تو مصافحہ کرنے سے دریغ نہیں کرنا چاہئے، یمنی حضرات مصافحہ کی کثرت اور اس کو رواج دینے میں نمایاں حصہ لیا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں توصیفی کلمات فرمائے تھے۔(۲)

نیز حدیث میں مصافحہ کو تتمہ سلام کہا گیا ہے۔(۳) اور سلام کو رواج دینا نہ صرف یہ کہ مطلوب؛ بلکہ تاکیدی حکم ہے؛ اس لئے مصافحہ جو اس کا تتمہ ہے اسے بھی زیادہ سے زیادہ رائج کرنا چاہئے، یہ کسی طویل سفر سے واپسی یا طویل سفر کے لئے روانگی کے ساتھ خاص نہیں ہے، جس طرح سلام اول ملاقات میں مطلوب ہے اسی طرح مصافحہ بھی اس کے بعد کرنا چاہئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بھی یہی تھا۔(۴)

مصافحہ کے وقت کی دعا

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مصافحہ کے وقت کی دعا قبول ہوتی ہے، اسی طرح احادیث میں مصافحہ کرتے وقت حمد واستغفار کا بھی تذکرہ ملتا ہے، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ فَتَصَافَحَا، وَحَمِدَا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَاسْتَغْفَرَاهُ غُفِرَ لَهُمَا۔(۵)

دو مسلمان جب آپس میں ملتے ہیں، مصافحہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء

---

(۱) مرقاۃ المفاتیح ۷/ ۲۹۶۳، باب المصافحة والمعانقة۔
(۲) بذل المجہود ۵/ ۳۲۵، باب المصافحة۔
(۳) سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۲۷۳۰۔
(۴) سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۵۲۱۴۔
(۵) سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۵۲۱۱۔

کرتے ہیں اور اللہ تعالی سے مغفرت کے خواستگار ہوتے ہیں تو دونوں کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

اسی لئے علامہ شمس الحق عظیم آبادی اور مولانا عبد الرحمن مبارکپوری رحمہا اللہ نے مصافحہ کے وقت اللہ کی حمد وتعریف بیان کرنے اور ان الفاظ: **یغفر اللّٰہ لنا ولکم** کے ذریعہ طلب مغفرت کو مستحب قرار دیا ہے۔(۱) البتہ ابن سنی علیہ الرحمہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کا ہاتھ مصافحہ کے واسطے پکڑتے تو" **اللھم آتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار** " پڑھے بغیر نہیں چھوڑتے تھے۔(۲) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصافحہ کے وقت حمد واستغفار کے علاوہ حسب حال دوسری دعائیں بھی کی جاسکتی ہیں، بہر حال وہ دعا کی قبولیت کا وقت ہے، جو دعا بھی کی جائے حدیث کی روشنی میں اسے بارگاہ الہی میں شرف قبولیت سے نوازا جاتا ہے۔

مصافحہ کے بعد سینہ پر ہاتھ پھیرنا

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ مصافحہ کرنے کے بعد لوگ اپنے ہاتھوں کو سینہ پر پھیرتے ہیں، یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے؛ اس لئے قابل ترک ہے، ایک دوسرے کے دیکھا دیکھی رواج چل پڑا ہے، اس پر مقتداء حضرات کو نکیر کرنا چاہئے، اور غیر ثابت عمل پر اصرار والتزام نہ کرنے کی تلقین کرنی چاہئے؛ کیونکہ مصافحہ ہاتھ سے ہاتھ ملانے کا نام ہے، سینہ پر ہاتھ پھیرنا محض ایک رواج ہے؛ اِس لیے اس سے گریز کرنا چاہیے، مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

> بعض لوگ سلام علیک کرتے وقت ماتھے پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں یا جُھک جاتے ہیں اور مصافحہ کر کے سینہ پر ہاتھ رکھتے ہیں۔ یہ سب خلافِ شرع اور بے اصل ہے۔(۳)

مصافحہ کرتے وقت کچھ دینا

بعض مرتبہ کسی خاص تقریب میں لوگ مصافحہ کرتے ہوئے ہاتھ میں روپئے دیتے ہیں،

(۱) عون المعبود ۱۴/ ۸۱ باب **فی المصافحة**، تحفۃ الاحوذی ۷/ ۴۲۹، **باب ماجاء فی المصافحة**۔
(۲) عمل الیوم واللیلۃ، حدیث نمبر: ۲۰۴۔
(۳) اغلاط العوام، ص: ۲۸۔

اِس کا تقریباً رواج ہو چکا ہے، اِس رواج کو ختم کرنا چاہیے، مصافحہ کی سنت میں یہ چیز زائد ہے، اِس کی وجہ سے اصل سنت کے ساتھ ایک دنیاوی چیز کی آمیزش ہوجاتی ہے، جو اچھی بات نہیں، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے ملفوظات میں ہے:

> بعض لوگ جو مصافحہ کرتے ہوئے روپیہ ہاتھ میں دے دیتے ہیں، یہ پسندیدہ نہیں؛ کیونکہ مصافحہ سنت ہے اور اس سنت اور عبادت کا اجتماع اور تلوث ایسی چیز کے ساتھ ٹھیک نہیں جو صورت میں دنیا ہو۔(۱)

ایک اور ملفوظ میں مزید وضاحت یوں ہے:

> اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ مصافحہ میں بزرگوں کو روپیہ ہدیہ دیتے ہیں، یہ سخت غلطی ہے؛ کیونکہ مصافحہ عبادت محضہ ہے، اس میں دنیا شامل نہ ہونی چاہئے اور اگر کہا جائے کہ ہدیہ دینا بھی عبادت ہے تو وہ عبادت لغیرہ ہوگا لذاتہ نہیں اور مصافحہ عبادت لذاتہ ہے۔(۲)

ناپاک شخص سے مصافحہ کرنا

اگر کوئی شخص ناپاک ہے، اس پر غسل فرض ہے، اس سے کوئی مصافحہ کرنا چاہے یا وہ خود کسی دوسرے سے کرنا چاہے تو کرسکتا ہے، حضرت حذیفہ ﷛ فرماتے ہیں:

> اللہ کے نبی ﷺ مجھ سے ملے، جب کہ میں حالت جنابت میں تھا، آپ ﷺ نے مجھ سے مصافحہ کرنا چاہا تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں جنبی اور ناپاک ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: مومن ناپاک نہیں ہوتا ہے۔(۳)

اور حضرت ابوہریرہ ﷛ فرماتے ہیں:

> میری ملاقات حضور ﷺ سے اس حالت میں ہوئی کہ میں جنبی تھا، آپ

---

(۱) ملفوظات حکیم الامت ۱۲/۱۸۔
(۲) ملفوظات حکیم الامت ۱۲/۱۲۷۔
(۳) مسند بزار، حدیث نمبر: ۲۸۹۶۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ میری طرف مصافحہ کے لئے بڑھایا؛ لیکن میں نے اپنے ہاتھ کو روک لیا اور عرض کیا: میں جنبی ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! مسلمان ناپاک نہیں ہوتا ہے۔(۱)

مصافحہ کے بعد اپنے ہاتھ کو چومنا

مصافحہ کے بعد خود اپنے ہاتھوں کو چومنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے، اس لئے اس سے بھی احتراز کرنا چاہئے ، علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ نے شرح طحاوی کے حوالے سے لکھا ہے:

وأما ما يفعله الجهال من تقبيل يد نفسه إذا لقي غيره: فهو مكره فلا رخصة فيه -(۲)

بعض ناواقف حضرات جو ملاقات کے وقت خود اپنا ہاتھ چومتے ہیں، وہ مکروہ ہے، شرعا اس کی اجازت نہیں ہے۔

علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے مکروہ تحریمی کی صراحت کی ہے۔(۳) اور حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب لاجپوری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

بعض لوگ مصافحہ کر کے اپنے ہاتھ کو چومتے ہیں، اِس کی کوئی اصل نہیں ہے، جہالت کا نتیجہ ہے۔(۴)

مصافحہ کے بعد سامنے والے کا ہاتھ چومنا

مصافحہ کے بعد خود اپنا ہاتھ چومنا تو مکروہ تحریمی ہے؛ لیکن جس سے مصافحہ کیا ہے اگر اس کے ہاتھ کو چوما اور بوسہ دیا تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، امام ابوداؤد علیہ الرحمۃ نے اپنی سنن میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے: **باب فی قبلة الید** اور اس کے ذیل میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث پیش کی ہے کہ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک کو بوسہ دیا۔(۵) اور حضرت صفوان بن

(۱) شرح معانی الآثار، حدیث نمبر:۸۔
(۲) بنایہ ۱۲/۱۹۸، **تقبیل الارض بین یدی العلماء**۔
(۳) شامی ۶/۳۸۳، **باب الاستبراء وغیرہ**۔
(۴) فتاوی رحیمیہ ۲/۳۰۲۔
(۵) سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۵۲۲۳۔

عسال رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ دو یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور چند سوالات کرنے کے بعد جب ان کو اچھی طرح اطمینان ہوگیا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا (مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکیر نہیں فرمائی)۔(۱) اسی طرح وفد عبدالقیس نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دی تو ان حضرات نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا۔(۲)

اور حضرت تمیم بن سلمہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کے دورہ پر تشریف لے گئے تو وہاں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے آپ کا استقبال کیا اور آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا ۔(۳) اسی لئے حضرت تمیم علیہ الرحمۃ کہا کرتے تھے کہ ہاتھ کا چومنا سنت ہے۔(۴)

لہذا کسی عالم یا عادل بادشاہ، استاد، شیخ وقت یا دیندار کے ہاتھ کو چوما جائے تو کوئی حرج نہیں ہے؛ بلکہ علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے تو اسے کم سے کم مستحب لکھا ہے۔(۵)

البتہ اگر کسی مالدار کا ہاتھ اس کی مالداری کی بناء پر یا کسی صاحب منصب کا ہاتھ اس کی جاہ وشہرت کی بناء پر چوما جائے تو مکروہ ہے اور ابوسعید متولی علیہ الرحمۃ نے تو اسے کسی حال میں درست قرار نہیں دیا ہے۔(۶)

مصافحہ کے وقت جھکنا

مصافحہ کرتے وقت جھکنا اور سر کو خم کرنا درست نہیں ہے، ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ حضور! ہم میں سے کوئی شخص جب اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کے لئے جھک جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں۔(۷) اس لئے مصافحہ کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہئے۔

---

(۱) سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۳۱۴۴۔
(۲) سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۵۲۲۷۔
(۳) سنن کبری للبیہقی، حدیث نمبر: ۱۳۵۸۵۔
(۴) حوالہ سابق۔
(۵) شامی ۶/ ۳۳۸، باب الاستبراء وغیرہ۔
(۶) فتح الباری ۱۱/ ۵۷، باب الاخذ بالید۔
(۷) سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۲۷۲۸۔

مشغول شخص سے مصافحہ نہ کرے

جو لوگ کسی کام میں مشغول ہوں، وظیفہ پڑھ رہے ہوں یا کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے ہوں یا کچھ لکھ رہے ہوں تو مصافحہ کرنے کی کوشش نہ کرے، اس سے ان کی مصروفیت میں خلل ہوگا، یکسوئی میں فرق آئے گا، جس سے تکلیف ہوگی، اور ایک مسلمان کو تکلیف پہونچانا جائز نہیں ہے، اسی طرح ایسے وقت مصافحہ کرنا بھی تکلیف دینا ہے جب کہ ہاتھ خالی نہ ہو جیسے ایک ہاتھ میں کتاب ہو اور دوسرے ہاتھ میں تھیلی وغیرہ ہو؛ لیکن مصافحہ کے شوق میں لوگ اس کا خیال نہیں کرتے، حالانکہ ایسے وقت میں مصافحہ سے اجتناب کرنا چاہئے، مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ایک ملفوظ میں ہے:

> حدیث میں آیا ہے: **ان من تمام تحیاتکم المصافحة**۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مصافحہ متمم سلام ہے اور سلام کے لئے کچھ قواعد مقرر ہیں تو مصافحہ کے لئے جو کہ اس کا تابع ہے بطریق اولی ہوں گے۔ مثلاً لکھا ہے کہ اذان کے وقت سلام نہ کرو، کھانا کھاتے وقت سلام نہ کرو، اور بھی مواقع ہیں، جن کا ماحصل یہ ہے کہ مشغولی کے وقت سلام نہیں کرنا چاہئے، اس سے معلوم ہوا کہ مشغولی کے وقت مصافحہ بھی نہیں چاہئے۔

وعظ کے بعد واعظ سے مصافحہ کرنا

آج کل یہ رواج ہو گیا ہے کہ تقریر و وعظ کے بعد لوگ مقرر اور واعظ سے مصافحہ کو ضروری اور لازم سمجھتے ہیں، اگر التزام کے بغیر کبھی ہوتا اور کبھی نہیں ہوتا تو اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں تھا، اس عمل کے ضروری سمجھنے کی وجہ قابل ترک امر ہو گیا ہے، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

> واعظ سے بعد وعظ کے مصافحہ کرنا جائز ہے؛ مگر اس کا التزام کرنا اور ضروری سمجھنا جائز نہیں ہے۔(۱)

---

(۱) فتاوی رشیدیہ: ۵۵۳۔

اور مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ بعد وعظ، وعظ کہنے والے سے ضرور مصافحہ کرتے ہیں، سو اِس میں تکلیف ہے۔(۱)

عورتوں سے مصافحہ

بعض عورتیں مرد کے لئے محرم ہوتی ہیں، یعنی ان سے نکاح کبھی درست نہیں ہے، جیسے ماں، سگی بہن اور خالہ وغیرہ، ان محرم عورتوں سے مصافحہ کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، ائمہ اربعہ اس کے جواز کے قائل ہیں۔(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ ﷺ مرحبا وخوش آمدید کہتے اور آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ پکڑتے یعنی مصافحہ کرتے، بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔(۳)

اجنبیہ سے مصافحہ

اجنبیہ سے مصافحہ کرنا درست نہیں ہے، رشتہ کے لحاظ سے بعض عورتیں بہت قریب ہوتی ہیں، مثلاً: چچازاد بہن، خالہ زاد بہن وغیرہ؛ لیکن یہ محرمات ابدیہ میں داخل نہیں ہیں، یعنی ایسی عورتیں نہیں ہیں جن سے نکاح کرنا ہمیشہ کے لئے حرام ہو؛ لہذا ان سے مصافحہ کرنا درست نہیں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جو خواتین ہجرت کر کے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں تو آپ ﷺ سورہ ممتحنہ کی "**فامتحنوهن**" والی آیات پڑھ کر ان سے بیعت لیا کرتے تھے، جو خواتین ان امور کا اقرار کرلیتیں آپ ﷺ فرماتے کہ جاؤ، بیعت ہوگئی، آپ ﷺ بیعت کرتے وقت کسی خاتون کا ہاتھ کبھی بھی نہیں چھویا، صرف بات سے ہی آپ ﷺ بیعت لیا کرتے تھے۔(۴) حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جس طرح مردوں سے بیعت لیتے وقت ہاتھ میں ہاتھ ڈالا کرتے تھے اور مصافحہ کرتے تھے اس طرح خواتین سے بیعت لیتے وقت نہیں کرتے

---

(۱) اغلاط العوام:۹۸۔

(۲) الموسوعۃ الفقہیہ ۳۵۸/۳۷، **المصافحة بين الرجل والمراة**۔

(۳) المستدرک علی الصحیحین، حدیث نمبر:۷۷۳۲۔

(۴) بخاری، حدیث نمبر:۵۲۸۸۔

تھے؛ بلکہ صرف گفتگو اور امور بیعت پر اقرار کروانے پر اکتفاء کرتے تھے۔(۱) بلکہ ایک حدیث سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بیعت کے وقت آپ ﷺ سے خواتین نے مصافحہ کی درخواست کی تھی؛ لیکن آپ ﷺ نے ان کی درخواست کو قبول نہیں فرمایا تھا، حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں انصار کی چند خواتین کے ساتھ بیعت کے واسطے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی (ہمیں امور بیعت چونکہ پہلے سے معلوم تھے؛ اس لئے) ہم نے عرض کیا: حضور ﷺ! ہم آپ سے اس بات پر بیعت کرتے ہیں کہ اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، چوری نہیں کریں گے، زنا کاری نہیں کریں گے، کسی پر جان بوجھ کر بہتان نہیں لگائیں گے، آپ جو معروف کا حکم دیں گے اس میں ہم آپ کی نافرمانی نہیں کریں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: حسب استطاعت بھی کہو، (اس پر) ہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہم پر ہم سے بھی زیادہ مہربان ہے، پھر ہم نے عرض کیا کہ آپ ﷺ اپنا ہاتھ بڑھایئے؛ تاکہ ہم ان امور پر مصافحہ کرکے بیعت کرلیں، آپ ﷺ نے فرمایا: میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا، میری بات جس طرح ایک خاتون کے لئے ہوتی ہے اسی طرح سو خواتین کے لئے بھی ہوتی ہے۔(۲) اس حدیث کو امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے حسن صحیح (ترمذی، رقم: ۱۵۹۷)، حافظ ابن کثیر علیہ الرحمۃ نے صحیح (۳) اور شعیب ارنؤوط نے صحیح علی شرط الشیخین قرار دیا ہے۔(۴)

حدیث مذکور اس بارے میں صریح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیعت کے وقت کسی عورت سے مصافحہ نہیں کیا ہے، اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ بیعت کے علاوہ دیگر مواقع پر بھی آپ ﷺ نے مصافحہ نہیں کیا ہے، جب کہ نبی کریم ﷺ معصوم ہیں؛ لہذا ہم پر لازم ہے کہ ان کی اتباع کریں اور کسی اجنبیہ سے مصافحہ کرنے سے گریز کریں۔

سیاسی مرد وعورت کا باہم مصافحہ کرنا

اسلام میں یہ طے ہے کہ اجنبیہ کسی مرد سے یا اجنبی مرد کسی اجنبیہ خاتون سے مصافحہ نہیں

(۱) فتح الباری ۸/ ۶۳۶، باب اذا جاءکم المومنات مهاجرات۔
(۲) سنن نسائی، حدیث نمبر: ۴۱۸۱۔
(۳) تفسیر ابن کثیر ۸/ ۱۲۴، دار الكتب العلمية بيروت۔
(۴) حاشیہ صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۴۵۵۳۔

کر سکتے، خواہ وہ عام انسان ہوں، یا کسی عہدہ ومنصب پر فائز ہوں، یہ مغربی تہذیب کی دین ہے کہ اجنبی مردوعورت کا اختلاط مختلف بہانوں سے اور خلوت وتنہائی، آپس میں مصافحہ ومعانقہ عام ہو چکا ہے اور اسے سیاسی ضرورت قرار دیا جا رہا ہے اور اب اس وبا میں ہمارے اسلامی ممالک بھی مبتلا ہو رہے ہیں، ایک جانب جنس مخالف ہے پھر بھی بلا جھجک مصافحہ ہو رہا ہے، اگر ہمارے نام کے رہنما اپنی دیگر بہت سی برائیوں کے ساتھ اس برائی میں بھی مبتلا ہوتے اور اسے جائز قرار دینے کی کوشش نہ کرتے تو یہ چند سطور تحریر کرنے کی نوبت نہ آتی؛ لیکن ان کی ہاں میں ہاں ملانے والے بعض ناعاقبت اندیش حضرات نے اس کو جائز قرار دینے کی کوشش کی ہے؛ اس لئے ذیل میں مذکورہ دلائل کے علاوہ مزید دلائل ذکر کرنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے، ماقبل میں دو صریح احادیث اجنبی مردوعورت کے آپس میں مصافحہ کرنے کے عدم جواز پر پیش کی جا چکی ہیں، ان کے علاوہ مزید احادیث درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

لَأَنْ يُطْعَنَ فِي رَأْسِ أَحَدِكُمْ بِمِخْيَطٍ مِنْ حَدِيدٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمَسَّ امْرَأَةً لَا تَحِلُّ لَهُ -(۱)

تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی چبھونا اس بات سے بہتر ہے کہ وہ کسی ایسی خاتون کو ہاتھ لگائے جو اس کے لئے حلال نہ ہو۔

علامہ منذری علیہ الرحمہ نے اس حدیث کے سارے راوی کو ثقہ قرار دیا ہے۔(۲)

اس حدیث میں اجنبیہ عورت کے چھونے پر شدید وعید ہے اور اس سے اجنبیہ عورت سے مصافحہ کا حرام ہونا بھی معلوم ہوتا ہے؛ کیوں کہ ہاتھ کو چھوئے بغیر مصافحہ ہو ہی نہیں سکتا۔

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ ابن آدم کے لئے زنا کا کچھ نہ کچھ حصہ لکھ دیا گیا ہے، جس کا وہ لامحالہ مرتکب ہوگا، آنکھوں کا زنا کسی غیر محرم کو دیکھنا ہے، کانوں کا زنا اس کی آواز کا غور سے سننا ہے، زبان کا زنا اس سے گفتگو کرنا ہے، ہاتھ

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر:۴۸۷۔
(۲) الترغیب، حدیث نمبر :۲۹۳۸، کتاب النکاح ومایتعلق بہ۔

کا زنا اسے چھونا اور پکڑنا ہے، پاؤں کا زنا اس کی طرف چلنا ہے، اور دل میں زنا کی خواہش وتمنا پیدا ہوتی ہے، اور شرمگاہ اس کی تصدیق یا پھر تکذیب کرتی ہے۔(۱)

اس حدیث کے ذیل میں علامہ نووی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ ایک زنا حقیقی ہے کہ شرمگاہ کو کسی حرام شرمگاہ میں داخل کیا جائے اور ایک مجازی زنا ہے کہ کسی اجنبیہ کو گھورا جائے، اس کی آواز کی طرف کان لگایا جائے، یا اس کے جسم کے کسی حصہ کو ہاتھ لگایا جائے۔(۲)

نیز اسلام نے کسی اجنبیہ کو بلاضرورت دیکھنا ممنوع قرار دیا ہے؛ بلکہ آپ ﷺ نے یہ تلقین فرمائی ہے کہ اگر کسی اجنبیہ پر نظر پڑ جائے تو اپنی نگاہ اس سے ہٹالے، چنانچہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے یہ دریافت کیا کہ اگر اچانک کسی اجنبیہ پر نگاہ پڑ جائے تو میں کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فوراً اس سے اپنی نگاہ پھیر لو۔(۳) اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا:

يَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ؛ فَإِنَّ لَكَ الْأُولَى وَلَيْسَتْ لَكَ الْآخِرَةُ۔ (۴)

اے علی! کسی اجنبیہ پر ایک نگاہ کے بعد دوسری نگاہ مت ڈالو؛ کیونکہ پہلی نگاہ پر تو تجھے کوئی گناہ نہیں ہوگا؛ لیکن دوسری نگاہ پر تمہارے نامہ اعمال میں گناہ لکھا جائے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی اجنبیہ کو جان بوجھ کر گھورنا شرعاً ممنوع ہے اور جب گھورنا منع ہے تو اسے چھونا اور پکڑنا جیسا کہ مصافحہ میں ہوتا ہے بدرجہ اولی ممنوع ہوگا، انہی واضح اور صریح نصوص کی وجہ سے علماء سلف وخلف اس بات پر متفق ہیں کہ کسی اجنبیہ سے مصافحہ کرنا درست نہیں ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذیل میں چاروں مذاہب کے علماء کے اقوال ذیل میں ذکر کردئے

---

(۱) مسلم شریف، حدیث نمبر: ۲۶۵۷۔

(۲) شرح النووی علی مسلم ۱۶/۲۰۶، باب قدر علی ابن آدم حظه۔

(۳) مسلم شریف، حدیث نمبر: ۲۱۵۹۔

(۴) مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۲۹۹۱۔

جائیں؛ تاکہ ناظرین کو اس مسئلہ میں کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے۔

حنفی مکتب فکر

علامہ مرغینانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ولا يحل له أن يمس وجهها ولا كفيها وإن كان يأمن الشهوة - (١)

اور کسی مرد کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی اجنبیہ کے چہرہ یا اس کی ہتھیلی کو چھوئے؛ اگرچہ وہ شہوت سے مامون ہو۔

اور علامہ علاؤالدین سمرقندی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَأما الْمس فَيحرم سَوَاء عَن شَهْوَة أَو عَن غير شَهْوَة - (٢)

کسی غیر محرم کو چھونا خواہ شہوت سے ہو یا بلا شہوت ہو، بہر حال حرام ہے۔

اور علامہ ابن مودود موصلی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَلَا يَنْظُرُ إِلَى الْحُرَّةِ الْأَجْنَبِيَّةِ إِلَّا إِلَى الْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ إِنْ لَمْ يَخَفِ الشَّهْوَةَ، فَإِنْ خَافَ الشَّهْوَةَ لَا يَجُوزُ إِلَّا لِلْحَاكِمِ وَالشَّاهِدِ، وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَمَسَّ ذَلِكَ وَإِنْ أَمِنَ الشَّهْوَةَ - (٣)

اگر شہوت کا خوف نہ ہو تو اجنبیہ خاتون کا چہرہ اور ہتھیلی کے علاوہ اعضاء کا دیکھنا جائز نہیں ہے اور اگر شہوت کا اندیشہ ہو تو صرف حاکم وگواہ کو دیکھنا جائز ہے اور اسے چھونا کسی کے لئے جائز نہیں ہے؛ اگرچہ شہوت سے مامون ہو۔

---

(۱) الہدایہ ۴/ ۳۶۴، فصل فی الوطء والنظر واللمس۔

(۲) تحفۃ الفقہاء ۳/ ۳۳، کتاب الاستحسان۔

(۳) المختار للفتوی مع الاختیار ۴/ ۱۵۶، فصل النظر الی العورۃ۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

فَلَا یَحِلُّ مَسُّ وَجْهِهَا وَكَفِّهَا وَإِنْ أَمِنَ الشَّهْوَة ۔ (۱)

اجنبیہ کے چہرہ اور ہتھیلی کا چھونا جائز نہیں ہے؛ اگرچہ چھونے والا شہوت سے مامون ہو۔

اور علامہ زیلعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

وَلَا يَجُوزُ لَهُ أَنْ يَمَسَّ وَجْهَهَا، وَلَا كَفَّيْهَا، وَإِنْ أَمِنَ الشَّهْوَةَ ۔ (۲)

اجنبیہ کے چہرہ اور ہتھیلی کا چھونا جائز نہیں ہے؛ اگرچہ چھونے والا شہوت سے مامون ہو۔

اور علامہ کاسانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

وَأَمَّا حُكْمُ مَسِّ هَذَيْنِ الْعُضْوَيْنِ فَلَا يَحِلُّ مَسُّهُمَا ۔(۳)

چہرہ اور ہتھیلی کا چھونا کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔

اور علامہ ابراہیم حلبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

وَلَا يجوز مس ذَٰلِك وإنْ أمنْ ۔(۴)

اجنبیہ عورت کے کسی عضو کا چھونا جائز نہیں ہے؛ اگرچہ شہوت سے امن ہو۔

مالکی علماء کے اقوال

علامہ صادی مالکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

وَلَا تَجُوزُ مُصَافَحَةُ الرَّجُلِ الْمَرْأَةَ وَلَوْ مُتَجَالَّةً ۔ (۵)

(۱) درمختار مع الشامی ۶/ ۳۶۷، فصل فی النظر واللمس، دار الفکر بیروت۔
(۲) تبیین الحقائق ۶/ ۱۸، فصل فی النظر واللمس۔
(۳) بدائع ۵/ ۱۲۳، کتاب الاستحسان۔
(۴) ملتقی الابحر ۱/ ۲۰۳، فصل فی النظر۔
(۵) بلغۃ السالک لاقرب المسالک ۴/ ۷۶۰، باب المصافحۃ۔

کسی مرد کا کسی اجنبیہ عورت سے مصافحہ کرنا درست نہیں ہے؛ اگر چہ وہ بڑی عمر کی ہو۔

اورعلامہ علامہ نفرادی مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَإِنَّمَا تَحْسُنُ الْمُصَافَحَةُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ أَوْ بَيْنَ امْرَأَتَيْنِ، لَا بَيْنَ رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ وَإِنْ كَانَتْ مُتَجَالَّةً -(۱)

دو مردوں یا دو عورتوں کا آپس میں مصافحہ کرنا بہتر ہے؛ البتہ مرد وعورت کا آپس میں مصافحہ کرنا جائز نہیں ہے؛ اگر چہ عورت بوڑھی ہو۔

اورعلامہ خرشی مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَأَمَّا مُصَافَحَةُ الْمَرْأَةِ لِغَيْرِ الْمَحْرَمِ فَلَا يَجُوزُ- (۲)

کسی خاتون کا غیر محرم سے مصافحہ کرنا جائز نہیں ہے۔

اورعلامہ ابوالحسن عدوی مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَلَا يُصَافِحُ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ وَلَوْ كَانَتْ مُتَجَالَّةً -(۳)

مرد کا عورت سے مصافحہ کرنا درست نہیں ہے؛ اگر چہ عورت سن رسیدہ ہو۔

شافعی علماء کے اقوال

علامہ نووی رحمہ اللہ فقہاء شوافع کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقد قال أصحابُنا: كُل مَن حرُم النظرُ إليه حرُم مسهُ، بل المسُ أشدّ، فإنهُ يحلّ النظرُ إلى الأجنبية إذا أراد أن يتزوّجها، وفي حال البيع والشراء، والأخذ والعطاء ونحو ذلك، ولا يجوز مسُّها في شيء من ذلك - (۳)

(۱) الفواکہ الدوانی ۲/۳۲۵، صفة السلام۔
(۲) شرح مختصر خلیل ۱/۲۷۵، فصل فی فرائض الصلاة۔
(۳) الاذکار للنووی ۱/۲۶۶، فصل فی المصافحة۔

اور ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ جن غیر محرم عورتوں کے اعضاء کا دیکھنا حرام ہے ان کا چھونا بھی حرام ہے؛ بلکہ چھونے کا معاملہ تو اور سنگین ہے؛ اس لئے کہ غیر محرم کو نکاح کے وقت اسی طرح بیع وشراء اور کوئی چیز لیتے دیتے وقت اور اس جیسے مواقع پر دیکھنا تو درست ہے؛ لیکن ان کو چھونا کسی صورت میں درست نہیں ہے۔

اور حافظ بن حجر رحمہ اللہ عورتوں سے مصافحہ کرنے سے متعلق ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَفِي الْحَدِيثِ أَنَّ كَلَامَ الْأَجْنَبِيَّةِ مُبَاحٌ سَمَاعُهُ وَأَنَّ صَوْتَهَا لَيْسَ بِعَوْرَةٍ وَمَنَعُ لَمْسِ بَشَرَةِ الْأَجْنَبِيَّةِ مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ لِذَلِكَ الْحَدِيثُ - (۱)

حدیث مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر محرم عورتوں کی بات سننا مباح ہے اور اس کی آواز ستر میں داخل نہیں ہے اور اسی حدیث کی وجہ سے کسی غیر محرم عورت کو بلاضرورت چھونا ممنوع ہے۔

اور علامہ تقی الدین حصنی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَاعْلَم أَنه حَيْثُ حرم النّظر حرم الْمس بطرِيق الأولى لِأَنَّهُ أبلغ لَذَّة - (۲)

اور یہ بات اچھی طرح معلوم ہونی چاہئے کہ جہاں دیکھنا حرام ہے وہاں بدرجہ اولی چھونا حرام ہے؛ کیونکہ چھونے میں لذت زیادہ ہوتی ہے۔

فقہائے حنابلہ کے اقوال

محمد بن مفلح حنبلی رحمہ اللہ نے محمد بن عبداللہ بن مہران رحمہ اللہ کے واسطے سے اجنبیہ سے مصافحہ کرنے کے تعلق سے امام احمد رحمہ اللہ کا درج ذیل سوال وجواب نقل کیا ہے:

(۱) فتح الباری ۱۳ / ۲۰۴، **باب بیعة النساء**۔

(۲) کفایۃ الاخیار فی حل غایۃ الاختصار ۱ / ۳۵۳، **کتاب النکاح الخ**۔

سُئِلَ عَنْ الرَّجُلِ يُصَافِحُ الْمَرْأَةَ قَالَ: لَا وَشَدَّدَ فِيهِ جِدًّا قُلْت: فَيُصَافِحُهَا بِثَوْبِهِ قَالَ: لَا ۔ (١)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ کوئی آدمی کسی اجنبیہ سے مصافحہ کرسکتا ہے تو آپ نے فرمایا: نہیں اور اس میں خوب شدت فرمائی، محمد بن عبد اللہ بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ کپڑے کے واسطے سے مصافحہ کرسکتا ہے تو آپ نے اس سے بھی منع فرمایا۔

اور علامہ سفارینی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

إِلَّا الشَّابَّةَ الْأَجْنَبِيَّةَ فَتَحْرُمُ مُصَافَحَتُهَا لِلرَّجُلِ كَمَا فِي الْفُصُولِ وَالرِّعَايَةِ، وَجَزَمَ بِهِ فِي الْإِقْنَاعِ كَغَيْرِهِ؛ لِأَنَّ الْمُصَافَحَةَ مِنْ النَّظَرِ ۔ (٢)

فصول و رعایہ نامی کتاب میں ہے کہ جوان اجنبیہ سے مصافحہ کرنا حرام ہے اور اقناع نامی کتاب میں بھی یہی بات ہے؛ کیونکہ مصافحہ میں قباحت آنکھوں سے دیکھنے کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔

اور ابراہیم بن محمد حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ويحرم النظر لشهوة ...ولمس، كنظر، وأولى" لأنه أبلغ منه، فيحرم اللمس حيث يحرم النظر ۔ (٣)

اور شہوت کی نگاہ سے کسی اجنبیہ کو دیکھنا حرام ہے اور چھونے کا حکم دیکھنے جیسا؛ بلکہ اس سے بڑھ کر ہے؛ اس لئے کہ چھونے میں دیکھنے کے مقابلے میں زیادہ فتنہ ہے؛ لہذا جہاں دیکھنا حرام ہوگا وہاں چھونا بھی حرام ہوگا۔

ماضی قریب کے عرب علماء کی آراء

اس کے علاوہ ماضی قریب کے عرب علماء مثلا: علامہ وہبہ زحیلی، محمد سعید رمضان بوطی، ناصر

(١) الآداب الشرعیۃ ٢/٢٥٧، سنة المصافحة الخ۔
(٢) غذاء الالباب ١/٣٢٥، مطلب فی جلوس الداخل۔
(٣) منار السبیل فی شرح الدلیل ٢/١٤٢، فصل ویحرم النظر لشهوة۔

الدین البانی، علامہ ساعاتی، محمد سلطان معصومی، محمد علی صابونی، عبدالکریم زیدان، ابن باز، محمد بن صالح عثیمین رحمہم اللہ اور سعودی دارالافتاء نے بھی کسی اجنبیہ سے مصافحہ کو ناجائز قرار دیا ہے۔(۱)

تفصیلی گفتگو کی وجہ

کسی اجنبیہ سے مصافحہ کرنے کے ناجائز ہونے پر اولا نصوص پھر چاروں مکاتب فکر کے نقول اور اس کے بعد علمائے عرب کی تصریحات پیش کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ مغربی تہذیب سے متاثر ہوکر جس طرح کئی برائیاں اسلامی معاشرے میں در آئی ہیں، اسی طرح اجنبیہ عورت سے مصافحہ کرنا بھی عام ہوتا جارہا ہے، اسے اخلاق و رواداری کا نام دیا جارہا ہے، اور وسعت قلبی اور روشن خیالی سے تعبیر کیا جارہا ہے، جب کہ فتنہ کے اس دور میں اس غلط رواج پر نکیر نہ کرنا اور پوری قوت کے ساتھ اس کے خلاف آواز نہ اٹھانا کئی فتنوں کو جنم دینے کے مرادف ہوگا، حالات کی سنگینی کا احساس کرتے ہوئے کئی عرب علماء نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے، اپنے تحقیقی مقالات اور رسالوں کے ذریعہ علمی طور پر یہ ثابت کردیا ہے کہ اسلام میں اس رواج کی کوئی گنجائش نہیں ہے، خواہ یہ خاندانی سطح پر انجام دیا جائے، یا کسی تقریب کے موقع پر اس کی نوبت آئے، یا پھر قومی یا بین الاقوامی سطح پر ہو یا حکومتی پیمانے پر ہو، بہر حال کسی طرح اور کسی موقع پر جائز نہیں ہے، مذکورہ نصوص اور علماء کی تصریحات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوچکی ہے کہ اجنبیہ سے مصافحہ کرنا جائز نہیں ہے۔

افسوسناک صورتِ حال

مگر بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ایسے اجماعی مسئلے میں بھی بعض تجدد پسند اور روشن خیال حضرات نے طبع آزمائی شروع کی اور اسے جائز قرار دینے کی مذموم کوشش کی ہے اور پھر نصوص کی ایسی تاویل کی ہے، جس کو پڑھ کر عقل ودانش پر ماتم کرنا پڑتا ہے، اہل باطل کس طرح نصوص سے اپنا پیچھا چھڑاتے ہیں اور عقل وخرد کی دہائی دیتے ہوئے کیسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں، اس کا نمونہ اگر دیکھنا ہوتو تقی الدین نبہانی کی **النظام الاجتماعی فی الاسلام** اور **الشخصیة الاسلامیة** اور محمد شویکی کی **الخلاص واختلاف الناس** کا مطالعہ کرنا چاہئے،

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے: الادلۃ الشرعیۃ علی تحریم المصافحۃ ۱/ ۲ تا ۲۸، **اقوال العلماء المعاصرین**۔

اس سے اندازہ ہوگا کہ نصوص میں کیسی تحریف کی ہے اور اپنے مدعی کو ثابت کرنے کے لئے کیسے کیسے گل کھلائے گئے ہیں، اگر ان کی اور ان سے وابستہ حضرات کی تحریریں میرے سامنے نہ ہوتیں تو شاید میں اتنی تفصیل سے اس موضوع پر روشنی نہ ڈالتا، پیدا ہونے والے فتنہ کی تردید تو اس کی سنگینی کے لحاظ سے ہی کرنا چاہئے، اللہ تعالی اس فتنہ سے تمام مسلمانوں کو بچائے، نص کی اتباع اور جمہور کے موقف کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

عورتوں کا آپس میں مصافحہ کرنا

جس طرح مردوں کا آپس میں سلام کرنے کے بعد مصافحہ کرنا اکرام مسلم کا حصہ ہے اور سلام کا تتمہ ہے، اسی طرح عورتوں کو بھی سلام کرنے کے بعد آپس میں مصافحہ کرنا چاہئے، اس سے ان کو بھی وہ سارے فضائل حاصل ہوں گے جن کا ذکر مصافحہ کی فضیلت میں کیا گیا ہے؛ مگر عورتوں میں اس کا رواج بہت کم ہے، آپس میں اسے رواج دینا چاہئے، اس سے گناہ جھڑتے ہیں، کینہ دور ہوتا ہے اور محبت پیدا ہوتی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باب میں مردوں اور عورتوں کی کوئی تفریق نہیں فرمائی، نہ فقہاء نے فرق کیا ہے؛ اس لیے جیسے ایک مرد دوسرے مرد سے مصافحہ کرسکتا ہے، اسی طرح ایک عورت کا دوسری عورت سے بھی مصافحہ کرنا سنت ہے، ابن مفلح علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

فَتُصَافِحُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ - (۱)

عورتوں کو آپس میں مصافحہ کرنا چاہئے۔

فاسق سے مصافحہ

فاسق وفاجر اگر چہ ایمان سے خارج نہیں ہے؛ گنہ گار ہے، فقہاء نے جن لوگوں کو سلام کرنا مکروہ لکھا ہے ان میں فاسق بھی ہے۔ (۲) اور مصافحہ سلام کا تتمہ ہے اور جب اصل ہی کو ختم کر دیا گیا تو تتمہ کی گنجائش ہی نہیں ہے؛ لہذا فاسق سے مصافحہ کرنا مکروہ ہے؛ لیکن جہتِ فسق کے علاوہ کسی اور جہت سے اگر وہ مستحق اکرام ہو تو اس سے مصافحہ کیا جاسکتا ہے، نیز اگر مظاہرہ اخلاق کے ذریعہ

(۱) الآداب الشرعیۃ ۲/۲۵۷، فصل فی سنۃ المصافحۃ الخ۔
(۲) شامی ۶/۴۱۵۔

اصلاح مقصود ہوتو اس جہت سے بھی اس سے مصافحہ کرنا جائز ہوگا۔(۱)

غیر مسلموں سے مصافحہ کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

لَا تُصَافِحُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى - (۲)

یہود ونصاری سے مصافحہ نہ کرو۔

ظاہر ہے کہ یہود ونصاری کافر ہیں؛لہذا وہ ہوں یا کوئی اور کافر، سب سے مصافحہ کرنے سے بچنا چاہئے، نیز مصافحہ کی جتنی روایات ہیں سب میں مسلم یا پھر مومن کی قید ہے کہ جب مسلمان مسلمان سے ملے، یا ایک مومن دوسرے مومن سے ملاقات کرے تو مصافحہ کرے، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلموں سے مصافحہ نہیں کرنا چاہئے، نیز مصافحہ سلام کے بعد کیا جاتا ہے اور کافروں کو سلام کرنے سے شرعا منع کیا گیا ہے، قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

لا يجوز بداية السّلام على الكفار لقوله صلى الله عليه وسلم لا تبدءوا اليهود ولا النصارى بالسلام -(۳)

کافروں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد:**لا تبدءوا اليهود والنصارى بالسلام** کی روشنی میں سلام کرنے میں پہل کرنا جائز نہیں ہے۔

جب ان کو سلام نہیں کیا جائے گا تو مصافحہ بھی ان سے نہیں کرنا چاہئے، یہ بھی قابل غور بات ہے کہ مصافحہ سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور سلام سے زیادہ محبت مصافحہ سے پیدا ہوتی ہے، اب اگر غیر مسلموں سے مصافحہ کیا جائے گا تو ان سے محبت پیدا ہوگی، جب کہ ان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ۔ (۴)

---

(۱) مستفاد از فتاوی محمودیہ ۱۹/۱۱۶۔
(۲) المعجم الاوسط، حدیث نمبر:۷۳۰۰۔
(۳) تفسیر مظہری ۲/۱۷۵، النساء:۸۶۔
(۴) الممتحنۃ:۱۔

اے مومنو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔

کیونکہ جو اللہ کا نہیں ہے، وہ اللہ کے بندوں کا کب ہوسکتا ہے؟ وہ تو تمہاری بیخ کنی کے درپے رہے گا؛ اس لئے ان پر کسی صورت میں اعتماد نہ کیا کرو، اس کے علاوہ مصافحہ کرنے میں ان کی توقیر واحترام ہے اور مسلمانوں کو ان کے احترام سے روکا گیا ہے؛ لہذا ان کو سلام نہ کیا جائے، علامہ شامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

كُرِهَ لِلْمُسْلِمِ مُصَافَحَةُ الذِّمِّيِّ أَيْ بِلَا حَاجَةٍ - (۱)

بلاضرورت کسی مسلمان کا ذمی سے مصافحہ کرنا مکروہ ہے۔

مواقع ضرورت میں غیر مسلموں سے مصافحہ

البتہ ضرورت کے مواقع اس سے مستثنی ہیں، مثلا: مسلمان ایسی جگہ ہوں جہاں غیر مسلموں سے اکثر واسطہ پڑتا ہو، جیسے ہمارے ہندوستان میں غیر مسلموں کے ساتھ تجارتی تعلقات ہیں، ان کے ساتھ پڑوس کا تعلق ہے، معاشرتی تعلقات بھی ہیں، ایسی جگہوں میں اگر غیر مسلم مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھائے تو مصافحہ کرلینا چاہیے، بالخصوص اُس وقت جب مصافحہ نہ کرنے کی وجہ سے تعلقات خراب ہوسکتے ہوں، فتنہ وفساد کا خطرہ ہو تو فقہاء رحمہم اللہ نے ایسے حالات میں ان سے مصافحہ کی اجازت دی ہے، جس طرح فقہاء نے ضرورت کے موقع پر سلام کرنے میں پہل کرنے کو مباح قرار دیا ہے، اسی طرح اگر واقعی ضرورت ہو تو مصافحہ کرلینے کی گنجائش ہے علامہ شامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

لَا بَأْسَ بِمُصَافَحَةِ الْمُسْلِمِ جَارَهُ النَّصْرَانِيَّ إِذَا رَجَعَ بَعْدَ الْغِيبَةِ وَيَتَأَذَّى بِتَرْكِ الْمُصَافَحَةِ -(۲)

جب نصرانی پڑوسی سفر سے واپس آئے اور مصافحہ نہ کرنے سے اس کو تکلیف ہو تو مصافحہ کرلینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

---

(۱) شامی ۶/ ۴۱۲، کتاب الحظر والاباحۃ۔
(۲) شامی ۶/ ۶۱۲، فصل فی البیع۔

فجر وعصر کی نماز کے بعد مصافحہ

بعض علاقوں خصوصاً جنوبی ہند کی مساجد میں فجر وعصر کی نماز کے بعد مقتدی حضرات امام صاحب سے مصافحہ کرتے ہیں، اگر کبھی کبھار ایسا ہوجاتا یا کسی اجنبی کی طرف سے ہوتا تو کوئی مضائقہ نہیں تھا، یہاں تو پانچوں وقت پابندی سے جماعت میں شریک ہونے والے اور جن کا آمنا سامنا نماز سے پہلے بھی ہوتا ہے اور اس وقت سلام ومصافحہ بھی ہوجاتا ہے، پھر بھی ان دو وقتوں میں مصافحہ کرنے کا رواج اور التزام ہے، اگر کوئی امام سے مصافحہ کئے بغیر مسجد سے نکل گیا تو لوگ اسے ترچھی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اس پر نکیر کرتے ہیں، اس میں شک نہیں کہ مصافحہ فی نفسہ سنت ہے؛ لیکن اس طرح التزام نہ حضور ﷺ سے ثابت ہے اور نہ صحابہ اور ائمہ متبوعین کا اس پر عمل رہا ہے؛ اسی وجہ سے علامہ نووی رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے:

وأما ما اعتاده الناسُ من المصافحة بعد صلاتي الصبح والعصر، فلا أصلَ له في الشرع على هذا الوجه - (۱)

فجر وعصر کی نماز کے بعد لوگوں نے مصافحہ کرنے کی عادت بنالی ہے، اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔

حافظ عسقلانی رحمہ اللہ نے اس کو بدعت قرار دیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

أَنَّهَا بِدْعَةٌ مَكْرُوهَةٌ لَا أَصْلَ لَهَا فِي الشَّرْعِ، وَأَنَّهُ يُنَبَّهُ فَاعِلُهَا أَوَّلًا وَيُعَزَّرُ ثَانِيًا - (۲)

فجر وعصر کے بعد مصافحہ بدعت ہے، مکروہ ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اگر کوئی پہلی مرتبہ ایسا کرے تو تنبیہ کی جائے، (اگر مان جائے تو ٹھیک؛ ورنہ) دوبارہ کرنے پر تعزیر کی جائے۔

مالکیہ میں سے ابن حاج رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ لوگوں میں جو فجر وعصر کی نماز کے بعد اسی

(۱) الاذکار للنووی ۱/۲۶۶، فصل فی المصافحة۔
(۲) شامی ۶/۳۸۱، کتاب الحظر والاباحة۔

طرح نماز جمعہ؛ بلکہ تمام نمازوں کے بعد مصافحہ کا رواج پا گیا ہے اسے روکنا چاہئے، آگے مزید لکھتے ہیں:

وَذَلِكَ كُلُّهُ مِنَ الْبِدَعِ، وَمَوْضِعُ الْمُصَافَحَةِ فِي الشَّرْعِ إِنَّمَا هُوَ عِنْدَ لِقَاءِ الْمُسْلِمِ لِأَخِيهِ لَا فِي أَدْبَارِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، وَذَلِكَ كُلُّهُ مِنَ الْبِدَعِ فَحَيْثُ وَضَعَهَا الشَّرْعُ نَضَعُهَا فَيُنْهَى عَنْ ذَلِكَ وَيُزْجَرُ فَاعِلُهُ لِمَا أَتَى مِنْ خِلَافِ السُّنَّةِ ۔ (۱)

ان اوقات میں مصافحہ کرنا بدعت ہے، شریعت میں مصافحہ کا وقت ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان سے ملاقات کے وقت ہے، پانچوں نماز کے بعد مصافحہ کرنے کا وقت نہیں ہے، شریعت نے مصافحہ کو جو مقام دیا ہے اس کو اسی مقام پر رکھا جائے؛ لہٰذا ان نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے سے روکا جائے اور جو اس کے خلاف کرے اس کی تعزیر کی جائے؛ کیونکہ اس نے ایک خلاف سنت کام کا ارتکاب کیا ہے۔

اور تبیین محارم میں ملتقط نامی کتاب سے منقول ہے:

تُكْرَهُ الْمُصَافَحَةُ بَعْدَ أَدَاءِ الصَّلَاةِ بِكُلِّ حَالٍ، لِأَنَّ الصَّحَابَةَ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ - مَا صَافَحُوا بَعْدَ أَدَاءِ الصَّلَاةِ، وَلِأَنَّهَا مِنْ سُنَنِ الرَّوَافِضِ ۔ (۲)

نماز کے بعد مصافحہ کرنا ہر حالت میں مکروہ ہے؛ کیونکہ صحابہ نے نماز کے بعد مصافحہ نہیں کیا ہے، یہ روافض کا طریقہ ہے۔

اسی لئے علامہ نووی علیہ الرحمۃ نے ان اوقات میں مصافحہ کی عدم مشروعیت کی تصریح کے بعد جب اسے بدعت مباحہ قرار دیا تو ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے ان پر نقد کیا ہے اور ان کے موقف کے

(۱) المدخل ۲/۲۱۹، فصل: المصافحة بعد صلاة الصبح۔
(۲) شامی ۶/۳۸۱، کتاب الحظر والاباحة۔

کمزور ہونے کو واضح کیا ہے اور آخر میں لکھا ہے:

صَرَّحَ بَعْضُ عُلَمَائِنَا بِأَنَّهَا مَكْرُوهَةٌ حِينَئِذٍ، وَأَنَّهَا مِنَ الْبِدَعِ الْمَذْمُومَةِ -(۱)

ہمارے بعض علماء نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ ان اوقات میں مصافحہ کرنا مکروہ ہے اور بدعت مذمومہ کے قبیل سے ہے۔

اور علامہ عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کو حق اور درست قرار دیا ہے، اور علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کو خطا سے تعبیر کیا ہے۔(۲)

نیز مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہاں نمازِ فجر کے بعد مصافحہ کرنے کا طریقہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں نہیں تھا اور اس کا رواج دینا اور التزام بدعت ہے۔(۳)

عیدین کے بعد مصافحہ

جس طرح وقتیہ نماز کے بعد مصافحہ کا التزام کرنا بدعت ہے، اسی طرح عیدین کی نماز کے بعد مصافحہ کا اہتمام والتزام بدعت ہے؛ کیونکہ صحابہ کرام سے عیدین کے بعد مصافحہ کا التزام ثابت نہیں ہے، علامہ عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

قُلْتُ وَكَذَا الْمُصَافَحَةُ وَالْمُعَانَقَةُ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ مِنَ الْبِدَعِ الْمَذْمُومَةِ الْمُخَالِفَةِ لِلشَّرْعِ -(۴)

میں کہتا ہوں کہ جس طرح نماز فجر وعصر کے بعد مصافحہ کرنا بدعت مذمومہ ہے، اسی طرح عیدین کی نماز کے بعد مصافحہ بدعت مذمومہ ہے اور شریعت

---

(۱) مرقاۃ المفاتیح ۷/ ۲۹۶۳، باب المصافحة والمعانقة۔

(۲) عون المعبود شرح سنن ابوداود مع حاشیہ ابن قیم، ۱۴/ ۸۲، باب فی المصافحة۔

(۳) کفایت المفتی ۹/ ۹۲۔

(۴) عون المعبود ۱۴/ ۸۲، باب فی المصافحة۔

کے خلاف ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ نے بھی عیدین کے بعد مصافحہ کرنے کو مکروہ وبدعت لکھا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

قاعدہ کلیہ ہے کہ عبادات میں حضرت شارع علیہ السلام نے جو ہیئت وکیفیت معین فرمادی ہے اس میں تغیر وتبدل جائز نہیں اور مصافحہ چونکہ سنت ہے؛ اس لئے عبادات میں سے ہے، توحسب قاعدہ مذکورہ اس میں ہیئت وکیفیت منقولہ سے تجاوز جائز نہ ہوگا اور شارع علیہ السلام سے صرف اول لقاء کے وقت بالاجماع یا وداع کے وقت بھی علی الاختلاف منقول ہے وبس، اب اس کے لئے ان دو وقتوں کے سوا اور کوئی محل وموقع تجویز کرنا تغییر عبادت کرنا ہے، جوممنوع ہے؛ لہٰذا مصافحہ بعد عیدین یا بعد نماز پنجگانہ مکروہ وبدعت ہے، شامی میں اس کی تصریح موجود ہے۔ فقط واللہ اعلم۔(۱)

حضرت مولانا یوسف صاحب لدھیانوی علیہ الرحمۃ نے بھی بدعت کی صراحت کی ہے اور قابل ترک عمل قرار دیا ہے:

عید کے بعد مصافحہ یا معانقہ کرنا محض ایک رواجی چیز ہے، شرعاً اس کی کوئی اصل نہیں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں؛ اِس لیے اس کو دین کی بات سمجھنا بدعت ہے، لوگ اس دن گلے ملنے کو ایسا ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی اس رواج پر عمل نہ کرے تو اس کو برا سمجھتے ہیں؛ اس لیے یہ رسم لائق ترک ہے۔(۲)

لہٰذا اس پر نکیر ہونی چاہئے، ائمہ وخطباء کو یہ مسئلہ عوام الناس کو بتلانا چاہئے، خواص اور علماء کو اس وقت مصافحہ اور گلے ملنے سے بچنا چاہیے؛ تاکہ عوام میں صحیح پیغام جائے اور وہ اس مصافحہ یا معانقہ کو دین کا جز یا سنت نہ سمجھیں؛ مگر اُسی وقت میں کوئی مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھا ہی دے تو

---

(۱) امدادالفتاویٰ ۱/۵۵۷۔

(۲) آپ کے مسائل اوران کا حل ۷/۲۶۸۔

بد خلقی کا مظاہرہ اچھا نہیں، مصافحہ کر لینا چاہیے۔

مصافحہ دو ہاتھ سے کرے

دو ہاتھ سے مصافحہ کرنا سنت ہے، صحابہ وتابعین کا معروف عمل یہی تھا اور مشائخ کا تعامل بھی اسی پر تھا کہ وہ حضرات اپنے داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو ملاتے اور بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو دوسرے کے دائیں ہاتھ کے اوپر رکھتے تھے، حدیث مسلسل بالمصافحہ جو ہم تک محدثین سے نسلا بعد نسل پہونچی ہے اس میں بھی یہی طریقہ بیان کیا گیا ہے۔(۱) اس لئے علامہ شامی رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ دو ہاتھ سے مصافحہ کرنا سنت ہے۔(۲) انہوں نے مصافحہ کا مسنون طریقہ یہ ذکر کیا ہے کہ ملا قات کے وقت سلام کے بعد مصافحہ دونوں ہاتھ سے بغیر کسی حائل کے کیا جائے اور انگوٹھے کو پکڑ کر قدرے دبایا جائے؛ کیونکہ اس میں ایک رگ ہوتی ہے جس سے محبت پیدا ہوتی ہے۔(۳)

دو ہاتھ سے مصافحہ کرنے کے دلائل

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ایک عنوان قائم کیا ہے ''باب المصافحۃ'' علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس عنوان سے اما بخاری رحمہ اللہ کا مقصود مصافحہ کی مشروعیت کو بیان کرنا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

هَذَا بَاب فِي بَيَان مَشْرُوعِيَّة المصافحة - (۴)

یہ باب مصافحہ کی مشروعت کے بان میں ہے۔

پھر اس عنوان کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے مصافحہ کے اثبات میں چند روایات ذکر کی ہیں، ان میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے:

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ:عَلَّمَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّشَهُّدَ، وَكَفِّي بَيْنَ كَفَّيْه - (۵)

---

(۱) اوجز المسالک ۶/ ۱۹۲، باب ماجاء فی المهاجرة۔

(۲) شامی ۶/ ۳۸۲، کتاب الحظر والاباحة۔

(۳) حوالہ سابق۔

(۴) عمدۃ القاری ۲۲/ ۲۵۲، باب المصافحة۔

(۵) بخاری، باب المصافحة۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تشہد کی تعلیم دی اس حال میں کہ میری ہتھیلی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھی۔

حدیث مذکور سے استدلال اس طرح ہے کہ تشہد کی تعلیم دیتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی توجہ مکمل طور پر اپنی جانب کرنا چاہتے تھے؛ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ بڑھا کر ان کی ہتھیلی کو اپنی دونوں ہتھیلی کے درمیان لے لیا؛ تاکہ وہ یکسو ہو کر الفاظ تشہد سیکھ سکیں۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ یہ مصافحہ تو تعلیم کے وقت کیا گیا ہے، جب کہ گفتگو سلام کے وقت کئے جانے والے مصافحہ کے بارے میں ہے؛ لہذا اس حدیث سے استدلال تام نہیں ہے؛ لیکن کہا جائے گا کہ مصافحہ خواہ سلام کے وقت ہو یا تعلیم و تعلم کے وقت یا پھر بیعت کے موقع سے، یہ سب ایک ہی جنس کے مختلف انواع ہیں، لہذا ایک سے دوسرے پر استدلال کیا جا سکتا ہے، اور یہ استشہاد بالجنس کے قبیل سے ہوگا، یہ بھی استدلال کا ایک طریقہ ہے، زیادہ سے زیادہ یہ سوال ہو سکتا ہے کہ امام بخاریؒ نے استشہاد بالنوع کو چھوڑ کر استدلال بالجنس پر اکتفاء کیوں کیا تو ظاہر ہے کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے ہر قسم کی حدیث کو اپنی صحیح میں جگہ نہیں دیا ہے، جو احادیث ان کے مخصوص شرائط پر اترتے تھے، انہی کے ذکر پر انہوں نے اکتفاء کیا ہے، استشہاد بالنوع کے قبیل کی حدیث چونکہ ان کی شرائط پر نہیں اتر رہی تھی؛ اس لئے انہوں نے استشہاد بالجنس پر اکتفاء کر لیا۔(۱)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک ہاتھ بڑھایا تھا

یہاں ایک بات اور قابل توجہ ہے کہ الفاظ حدیث سے تو معلوم ہو رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو دو ہاتھ بڑھائے؛ لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک ہاتھ بڑھایا، مگر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی شان سے یہ بعید معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو ہاتھ بڑھائیں اور عبداللہ

(۱) فیض الباری ۷/ ۱۹۸، باب المصافحة۔

بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جانثار صحابی صرف ایک ہاتھ بڑھائیں، درحقیقت انہوں نے بھی دو ہاتھ بڑھا یا ہوگا؛ لیکن راوی نے اختصار کی غرض سے صرف ایک ہاتھ کا تذکرہ کیا ہو؛ کیونکہ اس سے کوئی خاص غرض وابستہ نہیں تھی اور اس طرح کا تصرف راویوں میں ایک عام بات ہے۔ (۱)

اور مولانا گنگوہی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

> درحقیقت حضور کی طرف سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی جو عزت وحوصلہ افزائی کی گئی تھی اس کا اظہار ''**وکفی بین کفیه**'' میں کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مقصود **کف رسول الله بین کفی ابن مسعود** سے حاصل نہیں ہوسکتا تھا، اس لئے وہ تعبیر اختیار کی گئی، ورنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دونوں ہاتھوں کو ضرور بڑھایا ہوگا؛ کیونکہ صحابہ کرام میں بغرض برکت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کو چھونے کا جو جذبہ تھا وہ اہل نظر سے مخفی نہیں ہے، باضابطہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے اپنے جسم کو مس کیا کرتے تھے، اس پس منظر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بہت بعید ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو ہاتھ بڑھائیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ صرف ایک ہاتھ بڑھائیں۔ (۲)

بات تھوڑی طویل ہوگئی، ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے صراحۃ یہ ثابت ہوا کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے کرنا چاہئے اور اقتضاء حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے فعل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مصافحہ کرتے وقت دونوں ہاتھ بڑھانا چاہئے۔

اس کے بعد امام بخاری علیہ الرحمہ نے ایک اور عنوان قائم کیا ہے ''**باب الاخذ بالیدین**'' اس عنوان کا مقصد یہ ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے کیا جائے اور ان حضرات پر رد کرنا بھی مقصود ہے جو صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کے قائل ہیں۔ (۳) اس عنوان کے تحت امام بخاری علیہ الرحمہ نے حضرت عبداللہ بن مبارک اور حضرت حماد رحمہما اللہ کا عمل نقل فرمایا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

---

(۱) اوجز المسالک ۶/۱۹۲، **باب ماجاء فی المهاجرة**۔

(۲) حاشیہ لامع الدراری ۳/۳۴۹، **باب المصافحة**۔

(۳) حاشیہ لامع الدراری ۳/۳۴۸، **باب المصافحة**۔

وَصَافَحَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، ابْنَ المُبَارَكِ بِيَدَيْه - (١)

حضرت حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کیا۔

اس اثر کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں موصولاً نقل کیا ہے، انہوں نے اپنے والد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ انہوں نے حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کو عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے دو ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔(۲) اس اثر کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث جو تشہد سکھانے کے تعلق سے ہے، اس کی تخریج کی ہے، اس طویل حدیث کا یہ ٹکڑا:

وَكَفِّي بَيْنَ كَفَّيْهِ -(٣)

اور میرا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا۔

محل استشہاد ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے ہے۔(۴)

مصافحہ دو ہاتھ سے کرنے پر مزید احادیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث اور حماد بن زید وعبداللہ بن مبارک رحمہما اللہ کے اثر کے علاوہ اور بھی کئی احادیث ایسی ہیں جن سے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا ثابت ہوتا ہے، مثلاً:

۱۔ حضرت عبدالرحمن بن رزین رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ہمارا گذر ربذہ نامی مقام سے ہوا، ہمیں معلوم ہوا کہ یہاں صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا قیام ہے، آگے ان کے الفاظ یہ ہیں:

فَأَتَيْنَاهُ فَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ، فَأَخْرَجَ يَدَيْهِ فَقَالَ: بَايَعْتُ بِهَاتَيْنِ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْرَجَ كَفًّا لَهُ ضَخْمَةً

(۱) بخاری، باب الاخذ بالیدین۔
(۲) التاریخ الکبیر ۱/ ۳۴۳، رقم الترجمۃ: ۱۰۸۴۔
(۳) بخاری، حدیث نمبر: ۶۲۶۵، باب الاخذ بالیدین۔
(۴) عمدۃ القاری ۲۲/ ۲۵۳، باب الاخذ بالیدین۔

كَأَنَّهَا كَفُّ بَعِيرٍ ، فَقُمْنَا إِلَيْهَا فَقَبَّلْنَاهَا۔ (۱)

چنانچہ ہم ان کی خدمت میں پہونچے اور سلام کیا، انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ نکالے اور فرمایا کہ ان دونوں ہاتھوں سے میں نے حضور ﷺ سے بیعت کی ہے، چنانچہ انہوں نے پر گوشت ہتھیلی باہر کی جو اونٹ کی ہتھیلی جیسی معلوم ہوتی تھی، یہ سن کر ہم لوگ کھڑے ہوگئے اور ازراہِ برکت ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔

اس روایت میں بھی ''**بایعت بهاتین**'' کی تصریح ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصافحہ دو ہاتھ سے ہوا تھا، اسی واقعہ کو امام احمد علیہ الرحمۃ نے اپنی مسند میں بھی ذکر کیا ہے، جس کا آخری حصہ اس طرح ہے:

وَأَخْرَجَ لَنَا كَفَّهُ كَفًّا ضَخْمَةً، قَالَ: فَقُمْنَا إِلَيْهِ فَقَبَّلْنَا كَفَّيْهِ جَمِيعًا - (۲)

اور ہمارے لئے اپنی پر گوشت ہتھیلی نکالی ، راوی کا کہنا ہے کہ ہم لوگ کھڑے ہوئے اور ان کی دونوں ہتھیلیوں کو بوسہ دیا۔

اس روایت میں ''**كفيه**'' تثنیہ کا صیغہ ہے جو اس بات پر دال ہے کہ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے مصافحہ دونوں ہاتھ سے کیا تھا، اگر وہ مصافحہ صرف ایک ہاتھ سے کرتے تو صرف ایک ہاتھ ہی بابرکت ہوتا اور حاضر خدمت حضرات ایک ہی ہاتھ کو برکۃً بوسہ دیتے؛ لیکن حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے دونوں ہاتھ نکالے اور بوسہ دونوں ہاتھوں کو دیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ سے مصافحہ دونوں ہاتھوں سے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

بعض حضرات کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ اس واقعہ سے تو صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ہاتھ کا بڑھانا بیعت کے وقت ہوا تھا، حالانکہ گفتگو سلام کے بعد کئے جانے والے مصافحہ کے بارے

(۱) الادب المفرد، حدیث نمبر: ۹۷۳۔
(۲) مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۶۵۵۱۔

میں ہے، مگر یہ شبہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ مصافحہ خواہ سلام کے بعد کیا جائے یا بیعت کے موقعہ سے کیا جائے، دونوں کا ایک ہی طریقہ ہے، جس طرح سلام کے بعد والا مصافحہ دونوں ہاتھ سے کیا جاتا ہے، اسی طرح بیعت میں بھی مصافحہ دونوں ہاتھ سے ہوتا ہے۔(۱)

۲۔ وفد عبد القیس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو اس میں حضرت زراع رضی اللہ عنہ بھی تھے، ان کا بیان ہے:

لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ، جَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا، فَنُقَبِّلُ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَيْهِ - (۲)

جب ہم لوگ مدینہ منورہ پہونچے تو اپنی اپنی سواریوں سے جلدی جلدی اترے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دینے لگے۔

ان حضرات کے دونوں ہاتھوں کو بوسہ دینے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا تھا؛ کیونکہ بوسہ دینا یا تو مصافحہ کے دوران ہوتا ہے، یا پھر مصافحہ کے فوراً بعد دیا جاتا ہے، وفد عبد القیس آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے ساتھ ہی یہ صورت ہوئی ہوگی کہ انہوں نے پہلے آپ ﷺ کو سلام کیا ہوگا، پھر مصافحہ کیا ہوگا اور اس کے ساتھ ہاتھوں کو بوسہ دیا ہوگا، جیسا کہ عام طور پر ملاقات کے وقت یہی ترتیب ہوا کرتی ہے۔

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں:

مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ الْتَقَيَا فَأَخَذَ أَحَدُهُمَا بِيَدِ صَاحِبِهِ إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يُجِيبَ دُعَاءَهُمَا وَلَا يَرُدَّ أَيْدِيَهُمَا حَتَّى يَغْفِرَ لَهُمَا - (۳)

جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں پھر ان میں سے ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ تعالی پر ان کی دعاؤں کو قبول کرنا لازم ہو جاتا ہے اور ان کے

---

(۱) اوجز المسالک ۶ / ۱۹۳، باب ماجاء فی المهاجرة۔
(۲) المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث نمبر: ۴۱۸۔
(۳) مسند ابی یعلی موصلی، حدیث نمبر: ۴۱۳۹۔

ہاتھوں کو خالی واپس نہیں کرتا؛ بلکہ دونوں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔

اس روایت میں ''**ولا یرد ایدیھما**'' سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے ہونا چاہئے ، کیونکہ ''**ایدی**'' جمع کی اضافت ''**ھما**'' ضمیر کی طرف کی گئی ہے، جس سے مراد دو مصافحہ کرنے والے اشخاص ہیں، اب اگر مصافحہ کے لئے ہر ایک کے دونوں ہاتھ مراد نہ لئے جائیں تو پھر صیغہ جمع (ایدی) کی اضافت تثنیہ (ھما) کی طرف کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اسی سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ''**بید صاحبہ**'' میں ید سے مراد جنس ید ہے، وحدت مراد نہیں ہے، جس کا اطلاق قلیل وکثیر دونوں پر ہوتا ہے؛ لیکن یہاں ید سے مراد کثیر ہے، جس کا قرینہ **ایدیھما** ہے؛ کیونکہ ''**ید**'' پر ہی ''**ایدیھما**'' کا ترتب ہو رہا ہے اور یہ ترتب اسی وقت درست ہوگا جب کہ ''**بید صاحبہ**'' میں ید سے مراد جنس لیا جائے۔

۴۔ حضرت **ابوامامہ** رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

إِذَا تَصَافَحَ الْمُسْلِمَانِ لَمْ تَفْرُقْ أَكُفُّهُمَا حَتَّى يُغْفَرَ لَهُمَا -(۱)

جب دو مسلمان آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کی ہتھیلیاں جدا ہونے سے پہلے ہی ان کی مغفرت کردی جاتی ہے۔

اس روایت میں ''اکفھما'' کا لفظ اس بات پر دال ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے ہونا چاہئے؛ کیونکہ ''**اکف**'' کف کی جمع ہے اور جمع کی اضافت جب تثنیہ کی طرف کی جاتی ہے تو دونوں جانب سے جمع کا تحقق ہوا کرتا ہے اور یہاں اس کی صورت یہ ہوگی کہ دونوں طرف سے دو دو ہاتھ بڑھا کر مصافحہ کیا جائے۔

۵۔ حضرت **براء بن عازب** رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری ملاقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوئی تو آپ کا معاملہ میرے ساتھ یہ ہوا:

فَأَخَذَ بِيَدِي وَصَافَحَنِي - (۲)

---

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر:۸۰۷۶۔ (۲) الترغیب لابن شاہین، حدیث نمبر:۴۲۸۔

آپ ﷺ نے میرے دونوں ہاتھوں کو پکڑا اور مصافحہ فرمایا۔

اس روایت میں بھی ''بیدی'' کا لفظ بتلا رہا تھا کہ آپ ﷺ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کیا، بعض حضرات نے یہاں تثنیہ کے بجائے واحد ''بیدی'' پڑھا ہے؛ لیکن اس صورت میں کہا جائیگا کہ ''ید'' سے مراد جنس ہے؛ لہذا اس صورت میں بھی یہ روایت دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے کے منافی نہ ہوگی۔

درج بالا روایات سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوجاتی ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنا چاہئے، یہی حضور ﷺ، صحابہ اور اسلاف کا طریقہ رہا ہے اور اسی پر نسلا بعد نسل عمل ہوتا ہوا آرہا ہے۔(۱)

اور مصافحہ سے متعلق جن روایات میں ''ید'' کا لفظ آیا ہے، اس سے مراد صرف ایک ہاتھ نہیں؛ بلکہ جنس ید ہے اور اس کی دلیل وہ تمام روایات ہیں جن میں ''ید'' کے ساتھ ''ایدی'' کا ذکر ہے، یا پھر صراحۃ تثنیہ ''بیدی'' مذکور ہے، اسی طرح ''اکف'' جمع کا ذکر ہے، یہ بھی دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کو بتاتا ہے؛ لہذا ان قرائن کی موجودگی میں ''ید'' سے جنس ید مراد لیا جائے گا؛ تاکہ تمام روایات میں تطبیق ہوجائے۔(۲)

ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ

ایک شبہ یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ مصافحہ سے متعلق بعض روایات میں صرف یمین کا لفظ آیا ہے، اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مصافحہ صرف داہنے ہاتھ سے ہونا چاہئے؛ لیکن یہ شبہ صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ روایات میں یمین کا ذکر ان کی شرافت کے اظہار کے لئے ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بایاں ہاتھ کا مصافحہ میں دخل نہیں ہے، اس کی تائید بخاری شریف کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں اللہ کی سخاوت وفیاضی کا ان الفاظ میں ذکر ہے:

إِنَّ يَمِينَ اللَّهِ مَلْأَى لاَ يَغِيضُهَا نَفَقَةٌ، سَحَّاءُ اللَّيْلَ

(۱) اوجز ۶/ ۱۹۲، باب ماجاء فی المهاجرة۔

(۲) حوالہ سابق، ص: ۱۹۳۔

وَالنَّهَارَ -(۱)

اللہ تعالی کا داہنا ہاتھ بھرا ہوا ہے، رات ودن خرچ کرنے سے اس میں کمی نہیں آتی ہے۔

اس روایت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالی کا صرف داہنا ہاتھ بھرا ہوا ہے اور بایاں ہاتھ خالی ہے؛ بلکہ دونوں ہاتھ بھرے ہوئے ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ - (۲)

اللہ تعالی کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں، جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔

جس طرح بخاری کی ذکر کردہ روایت میں یمین (داہنا ہاتھ) کا ذکر یسار (بایاں ہاتھ) کی نفی کے واسطے نہیں؛ بلکہ اس کی عظمت کے اظہار کے لئے ہے، اسی طرح مصافحہ کے باب میں بھی یمین کا لفظ یسار کی نفی کے واسطے نہیں ہے؛ بلکہ اس کی عظمت وشرافت کے اظہار کے واسطے ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یمین کا ذکر مصافحہ میں اصل ہونے کے لحاظ سے ہو؛ کیونکہ مصافحہ میں اصل داہنا ہاتھ ہی ہوتا ہے کہ مصافحہ کرنے والے اصالۃ اسی کو ملاتے ہیں اور بایاں ہاتھ توضمنا ہوتا ہے؛ اس لئے یمین کا ذکر کردیا گیا ہے اور اس سے یسار (بائیں ہاتھ) کی نفی نہیں ہوتی ہے۔(۲)

ایک ہاتھ سے مصافحہ

کتب حدیث اوران کی شروحات میں ایسی روایت تلاش کرنے کی کوشش کی گئی جس میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا ذکر ہو؛ لیکن اس میں کامیابی نہ مل سکی، کسی روایت میں ید واحدۃ کی صراحت نہیں ملی، اس کے بعد یہ بھی تلاش ہوئی کہ کسی محدث نے اپنی کتاب میں ''باب المصافحة بيد واحدة'' کا عنوان قائم کیا ہے یا نہیں؟ مجھے کسی کتاب میں اس طرح کا عنوان نہ مل سکا، نہ ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کے یہاں یہ جزئیہ ملا کہ صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا سنت ہے، اس کے بجائے یہ ضرور ملا:

(۱) بخاری، حدیث نمبر:۷۴۱۹۔
(۲) المائدۃ: ۶۴۔
(۳) اوجز المسالک ۶/ ۱۹۳، باب ماجاء فی المهاجرة۔

وَفِي الْقُنْيَةِ: السُّنَّةُ فِي الْمُصَافَحَةِ بِكِلْتَا يَدَيْه - (۱)

اور قنیہ میں ہے کہ مصافحہ میں سنت یہ ہے کہ وہ دونوں سے ہو۔

اور علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَالسُّنَّةُ أَنْ تَكُونَ(ای الْمُصَافَحَة) بِكِلْتَا يَدَيْهِ -(۲)

مصافحہ دونوں ہاتھ سے کرنا مسنون ہے۔

الغرض ہماری تلاش وجستجو کی حد تک کسی حدیث سے ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی صراحت نہیں ہے، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ماضی قریب کے ان علماء میں سے ہیں جن کی نظر ذخیرہ احادیث پر بڑی گہری اور وسیع تھی، انہوں نے صراحۃ لکھا ہے:

ولم ار فی روایة ولا اثر تصریحا بالید الواحدة - (۳)

اور میں نے کسی حدیث یا اثر صحابی میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی صراحت نہیں دیکھی ہے۔

اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اعلم أن كمال السنة في المصافحة أن تكون باليدين ويتأدى أصل السنة من يد واحدة أيضا۔(۴)

دو ہاتھوں سے مصافحہ کرنا سنت کا اعلیٰ درجہ ہے اور نفس سنت ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے سے بھی ادا ہوجاتی ہے۔

اور العرف الشذی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں:

فبيد واحدة تجزئ وباليدين أكمل۔(۵)

یعنی ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا کافی ہے؛ لیکن دو ہاتھوں سے مصافحہ کرنا اکمل

(۱) درمختار ۲/ ۲۴۴، کتاب الحظر والاباحة۔
(۲) شامی ۶/ ۳۸۲، کتاب الحظر والاباحة۔
(۳) اوجز المسالک ۶/ ۱۹۳، باب ماجاء فی المهاجرة۔
(۴) فیض الباری ۶/ ۲۰۴۔
(۵) العرف الشذی علی الترمذی ۲/ ۱۰۱۔

طریقہ ہے۔

ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا جائے یا نہیں؟

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی کوئی حدیث اور نہ کوئی اثر منقول ہے، تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ زمانہ میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا جائے یا نہیں؟ صاحب اعلاء السنن حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ثم المصافحة باليد الواحدة من شعار أہل الباطل في زماننا؛ فلا ينبغي الشبه بهم بترك ما هو المتوارث المتعارف بين المسلمين، وقد ثبت أنه صافح حماد بن زيد ابن المبارك بكلتا يديه، ولم يثبت خلافه عن أحدٍ، فلا ينبغي أن يترك سنة السلف باجتهاد ہؤلاء المحدثين الجهلة۔(۱)

ایک ہاتھ سے مصافحہ ہمارے زمانے میں اہل باطل (یہود ونصاری) کا شعار بن چکا ہے؛ لہذا مسلمانوں میں متعارف اور متوارث عمل کو چھوڑ کر اہل باطل کی مشابہت اختیار کرنا مناسب نہیں ہے، جب کہ حماد ابن زید نے عبد اللہ ابن مبارک سے مصافحہ دونوں ہاتھ سے کیا ہے اور اس کے خلاف کسی سے ثابت نہیں ہے؛ لہذا سلف صالحین کے طریقے کو اس نئی جماعت (غیر مقلدین) کے اجتہاد سے چھوڑ دینا مناسب نہیں ہے، جو شریعت کی روح اور اس کی حقیقت سے ناواقف ہے۔

اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ سے مصافحہ کرنا ایک ہاتھ سے بھی ثابت ہے اور دونوں ہاتھ سے بھی کرنا منقول ہے، پھر آگے فرماتے ہیں کہ ثبوت اگر چہ دونوں کا ہے؛ لیکن ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا آج کل انگریزوں کا شعار بن چکا ہے؛ لہذا اس کی وجہ سے اس کا ترک ضروری ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں:

(۱) اعلاء السنن ۱۷/ ۴۳۳، باب المصافحة۔

والحق فیہ ان مصا فحتہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابتۃ بالید والیدین الا ان المصا فحۃ بید واحدۃ لما کانت شعار اہل الافرنج وجب ترکہ لذالک ۔ (۱)

اوراس باب میں حق بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہاتھ سے بھی اور دو ہاتھ سے بھی مصافحہ کرنا ثابت ہے؛ مگر یہ کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا جب انگریزوں کا شعار ہو چکا ہے تو اس کی وجہ سے اس کا ترک ضروری ہے۔

اور یہ واقعہ ہے آج کل انگریزوں میں متعارف مصافحہ صرف ایک ہاتھ سے ہے، اسی کے دیکھا دیکھی تمام غیر مسلموں میں خواہ ہندو ہو یا سکھ، مجوسی ہو یا پارسی، دو ہاتھ سے مصافحہ نہیں کرتے ہیں؛ بلکہ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں؛ لہذا ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے سے ان کی مشابہت لازم آئے گی، حالانکہ اسلام میں دوسری قوم کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے اور مشابہت اختیار کرنے والوں کو انجام کے لحاظ سے اسی قوم میں شمار کیا گیا ہے۔ (۲)؛ لہذا موجودہ حالات میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے سے احتیاط مناسب ہے۔

(۱) الکوکب الدری شرح الترمذی ۲/ ۱۴۲۔
(۲) سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۴۰۳۱۔

معانقہ کا بیان

معانقہ کی ابتداء

معانقہ کا رواج قدیم زمانے سے ہے، روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ابتداء حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سے امور میں اولیت کی فضیلت سے نوازا تھا، ضیافت، ختنہ، مونچھ کترنے، خضاب لگانے، پائجامہ پہننے، مانگ نکالنے، اسی طرح اللہ کے راستے میں جہاد کرنے اور لشکر کو میمنہ اور میسرہ میں ترتیب دینے میں اولیت کا شرف آپ کو حاصل ہے۔ (۱) انہی اولیات میں سے ایک عمل معانقہ بھی ہے، علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے ابراہیم نے معانقہ کیا ہے۔ (۲) البتہ ابتداء کے سبب کے تعلق سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف دو واقعات منسوب ہیں: ایک واقعہ تو وہ ہے جو حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، اتنے میں بنو عامر کے ایک صاحب آئے، ان کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں موجود ایک انصاری صحابی کھڑے ہوئے اور ان سے معانقہ کیا اور دونوں نے ایک دوسرے کی پیشانی کو بوسہ دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں کی اس گرمجوشی اور اظہار محبت کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے، حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مسلمانوں کے آپس میں معانقہ کرنے کا کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت تمیم رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور ایک دوسرے کو سلام اور مصافحہ کرتے ہیں اور جیسا ان دونوں نے معانقہ کیا ہے ویسا کرتے ہیں تو ان کے گناہ اسی طرح جھڑتے

---

(۱) موطا امام محمد مع تعلیق مجد، حدیث نمبر: ۹۷۹۔

(۲) شرح الزرقانی علی موطا امام مالک ۴ / ۳۶۲، باب ماجاء فی السنۃ فی الفطرۃ۔

ہیں، جس طرح تیز ہوا سے درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک لمبا واقعہ سنایا کہ وہ بیت المقدس کے ایک پہاڑ پر بکریاں چرا رہے تھے کہ اچانک ایک صاحب کی آواز ان کی سماعت سے ٹکرائی، جو اللہ تعالی کی تسبیح وتحمید میں مشغول تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بکریاں چھوڑ کر اس آواز کی طرف متوجہ ہو گئے، وہ دراز قد تھے، لمبائی اٹھارہ ہاتھ کی تھی، ان کا نام اہلث عابد رحمۃ اللہ علیہ تھا، ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سلام کیا، اور دریافت کیا کہ تمہارے علاوہ تمہاری قوم کا کوئی اور شخص زندہ ہے؟ انہوں نے نفی میں جواب دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پھر پوچھا کہ تمہارا رب کون ہے؟ جواب میں انہوں نے کہا کہ جو آسمان کا رب ہے وہی میرا رب ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ آسمان کا رب کون ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: تمہارا دین کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: اسلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ تمہارا قبلہ کدھر ہے؟ اس نے اپنے ہاتھ سے خانہ کعبہ کی طرف اشارہ کیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان جوابات سے خوشی حاصل ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے ان کے گھر کا پتہ پوچھا تو انہوں نے کہا کہ بیت المقدس ہی کے ایک پہاڑ پر میرا گھر ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب گھر دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تو انہوں نے کہا کہ آپ وہاں تک نہیں پہونچ سکتے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ میرے اور گھر کے درمیان ایک نہر ہے، جس کی گہرائی زیادہ ہے اور اس میں پانی بھی بہت ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دریافت کیا کہ پھر تم اپنے گھر تک کیسے پہونچتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں تو اسی پانی پر سے گذر جاتا ہوں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا کہ جس ذات نے پانی کے اوپر سے تمہارے لئے راستہ بنا دیا ہے، وہ ذات میرے لئے بھی اسے مسخر کرنے پر قادر ہے، چنانچہ دونوں گھر کی طرف چلے اور اہلث رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پہونچ گئے، وہاں ان کا قبلہ واقعۃً خانہ کعبہ کی جانب پایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے پوچھا لوگوں پر سب سے زیادہ سخت دن کونسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جس دن خدائے تعالی میدان محشر میں لوگوں کا فیصلہ فرمائے گا، میزان قائم ہوگی اور نامہ اعمال کھولے جائیں گے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اہلث عابد رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق کرتے

ہوئے فرمایا کہ واقعۃ وہ دن بڑا عظیم وہولناک ہوگا؛ البتہ اللہ ہی جس کے لئے چاہے اس کو آسان فرمادے، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اہلث عابد رحمہ اللہ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ آپ اللہ تعالی سے دعا کردیجئے کہ اس دن کی ہولنا کی میرے لئے آسان کردے، اہلث رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ آپ ہی اس دعا کے اہل ہیں، اللہ آپ پر رحم فرمائے، میں تو دس سال سے ایک دعا کر رہا ہوں؛ لیکن اب تک وہ دعا قبول نہیں ہوئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالی جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے، اور وہ خوب دعائیں کرنے والا ہوتا ہے تو وہ جب کسی چیز کی دعا کرتا ہے تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ یہ آواز مجھے پسند ہے، یہ ناپسندیدہ آواز نہیں ہے اور فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ ابھی اس کی ضرورت پوری نہ کرو اور جو بندہ دعاؤں کا عادی نہیں ہوتا ہے اور پھر وہ کسی معاملہ میں دعا کرتا ہے تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ یہ آواز بہت مکروہ اور ناپسندیدہ ہے؛ لہذا اس کی ضرورت جلد پوری کردو۔

تسلی کے ان کلمات کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ آپ کی وہ دعا کیا ہے جواب تک قبول نہیں ہوئی؟ اہلث عابد رحمہ اللہ نے کہا کہ ایک دن میں اسی مقام پر تھا، جہاں میری آپ سے ملاقات ہوئی، وہاں میں نے ایک خوبصورت انسان کو دیکھا تھا جن کے دو گیسو تھے، وہ خوبصورت بکریوں اور موٹی تازی گایوں کو چرا رہا تھا، خود وہ صاحب اور ان کی گائے بکریاں اتنی خوبصورت تھیں کہ مجھے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوگیا کہ یہ صاحب زیادہ خوبصورت ہیں یا ان کی گائے اور بکریاں؟ اسی کے ساتھ وہ صاحب اللہ تعالی کی تسبیح وتحمید اور تہلیل وتکبیر میں مصروف تھے، اور آنسو جاری تھے، میں ان کے قریب گیا اور سلام کیا، انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا، پھر میں نے ان صاحب سے پوچھا کہ یہ گائے اور بکریاں کس کی ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ سب ابراہیم علیہ السلام کی ہیں، میں نے دریافت کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ وہ اللہ تعالی کے خلیل (دوست) ہیں، میں نے ان سے کہا کہ آپ کا ان سے کیا رشتہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں ان کا پوتا ہوں اور وہ میرے دادا ہیں، میں اسی دن سے مسلسل دعا میں مشغول ہوں کہ اگر روئے زمین پر اللہ تعالی کا کوئی دوست ہے تو موت سے پہلے اے اللہ ان کی دیدار کرادے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہلث عابد رحمہ اللہ کی ان باتوں کو سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام مسکرائے

، پھر فرمایا کہ اہلث ! میں ہی ابراہیم خلیل اللہ ہوں، اہلث علیہ الرحمۃ خوشی میں کھڑے کھڑے رونے لگے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے معانقہ کیا اور پیشانی کو بوسہ دیا، اسی وقت اہلث علیہ الرحمۃ نے ایک چیخ ماری اور روح پرواز کرگئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اوران کے لڑکوں نے اہلث علیہ الرحمۃ کے کفن دفن کا انتظام فرمایا۔(۱) حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے یہ لمبا واقعہ منقول ہے اورانہی سے یہ بھی منقول ہے کہ معانقہ کی ابتداء حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی ہے(۲)

ان دونوں روایتوں کے ملانے سے معانقہ کی ابتداء کا سبب معلوم ہوتا ہے۔

اور ابتدائے معانقہ سے متعلق ایک دوسرا واقعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے معانقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا، صورت اس کی یہ ہوئی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے، ذوالقرنین علیہ الرحمۃ مکہ مکرمہ آرہے تھے، جب وہ پہونچے تو معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف رکھتے ہیں، چنانچہ ذوالقرنین علیہ الرحمۃ نے کہا کہ جس شہر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں اس میں میرا سواری پر سوار ہوکر داخل ہونا مناسب نہیں ہے، سواری سے اتر گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں پیدل حاضر ہوئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑھ کر ان کو سلام کیا اور معانقہ کیا، یہی سب سے پہلا معانقہ تھا۔(۳)

امم سابقہ میں معانقہ کا رواج

معانقہ کی ابتداء سے متعلق ماقبل میں دو واقعات ذکر کئے گئے ہیں؛ مگر وہ عمل وہیں پر ختم نہیں ہوا؛ بلکہ انبیائے کرام اوران کی امتوں میں بھی جاری رہا ہے، حضرت سعید بن جبیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کے پاس ملک الموت کو انسانی صورت میں بھیجا کرتے تھے، چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کی روح نکالنے کے لئے ملک الموت کو بھیجا، وہ ان کے گھر میں ایک خوبصورت نوجوان انسان کی شکل میں داخل ہوئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک غیرت مند انسان تھے، جب ان کو گھر میں دیکھا تو ان کو غیر معمولی غیرت لاحق ہوئی اور فرمایا: اے اللہ کے بندے!

---

(۱) فنون العجائب لسعید النقاش ۱/۱۰۶، حدیث نمبر: ۸۵ حدیث اہلث۔
(۲) تنویر الحوالک للسیوطی ۱/۲۰۲، کتاب الصیام۔
(۳) تبیین الحقائق ۱۶/۳۹۹، کتاب الکراھیۃ۔

تم کو میرے گھر میں کس نے داخل ہونے کی اجازت دی؟ اس نے کہا کہ مجھے اس گھر کے مالک نے اس میں داخل ہونے کی اجازت دی ہے، اس جواب سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ کوئی اہم معاملہ درپیش ہے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام سے معانقہ

ملک الموت نے کہا کہ مجھے آپ کی روح قبض کرنے کا حکم ملا ہے، یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اسحاق علیہ السلام کے حاضر ہونے تک مہلت دیدو، چنانچہ انہوں نے مہلت دیدی، جب حضرت اسحاق علیہ السلام تشریف لائے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے اوران سے معانقہ کیا، ملک الموت کے دل میں ان دونوں کے تعلق سے کچھ نرمی پیدا ہوگئی، واپس چلے گئے اور اللہ تعالی سے عرض کیا کہ آپ کا دوست موت سے گھبرا رہا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا: اے ملک الموت! میرے خلیل کی روح سونے کی حالت میں قبض کرو، حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ملک الموت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سونے کی حالت میں آئے اوران کی روح قبض کرلی۔(١)

حضرت اسماعیل علیہ السلام سے معانقہ

علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اللہ تعالی کے حکم سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہوگئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھی اعتماد میں لے لیا اورابتدائی ساری تیاریوں کے بعدان کے گلے پر چھری پھیرنے لگے تو بقول سدی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک آواز سنائی دی، وہ آواز کی طرف متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ ایک خوبصورت مینڈھا پہاڑ سے نیچے آرہا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحبزادے کو چھوڑ کر مینڈھے کی طرف بڑھے اوراسے پکڑ کر ذبح کیا، پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام سے معانقہ کیا اور فرمایا کہ اے صاحبزادے! آج تو مجھے تحفہ میں ملا ہے۔(٢)

حضرت موسی وہارون علیہما السلام کا آپس میں معانقہ

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت

---

(١) حلیۃ الاولیاء ٤/ ٢٧٨، تذکرۃ سعید بن جبیرؒ۔

(٢) تفسیر رازی ٢٦/ ٣٥١، الصافات: ١١٤ تا ١١٢۔

موسیٰ علیہ السلام اپنی اہلیہ کے ساتھ مصر کی طرف چلے تو رات کے اندھیرے میں مصر میں داخل ہوئے اور اپنی والدہ کے مہمان بنے؛ لیکن ایک تو طویل مدت کے بعد واپسی ہوئی اور دوسرے رات کا اندھیرا تھا جس کی وجہ سے وہ اپنے افراد خانہ کو نہ پہچان سکے، چنانچہ وہ گھر کے ایک حصہ میں ٹھہرے، اتنے میں حضرت ہارون علیہ السلام بھی آ گئے، جب انہوں نے اجنبی کو دیکھا تو اپنی والدہ سے دریافت کیا کہ وہ کون ہیں؟ والدہ نے جواب دیا کہ مہمان ہیں، جب کھانے کا وقت ہوا تو ان کو بلایا اور ایک ساتھ کھانا کھائے، کھانے سے فراغت کے بعد جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی گفتگو شروع ہوئی تو اس دوران حضرت ہارون علیہ السلام پوچھ بیٹھے کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ میں موسیٰ علیہ السلام ہوں، چنانچہ دونوں کھڑے ہوئے اور انتہائی مسرت کی حالت میں معانقہ کیا۔(۱)

حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے بھائیوں سے معانقہ

حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر کے وزیر مال بنے اور ہر طرف قحط سالی کا دور دورہ شروع ہوا تو اس سے حضرت یوسف علیہ السلام کا آبائی وطن بھی متاثر ہوا اور جب انہیں معلوم ہوا کہ مصر میں حکومت کی طرف سے پیسے لے کر غلہ دیا جاتا ہے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادے بھی پیسوں کا انتظام کر کے مصر غلہ کے واسطے پہونچے؛ لیکن ان کے ساتھ بنیامین نہیں تھے، مصر پہونچنے کے بعد جب وہ حضرات غلہ لینے کے لئے آئے تو حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں کو پہچان گئے، سب کے ساتھ بڑی نرمی کے ساتھ پیش آئے اور اعزاز واکرام کیا، جس سے وہ بڑے متاثر ہوئے، گھر کے حالات بھی دریافت کئے، بنیامین علیہ الرحمۃ کا بھی ذکر آیا، حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کو بھی لیتے آتے تو غلہ زیادہ ملتا، انہوں نے والد کی محبت اور ان کے اپنے سے نہ جدا کرنے کی خواہش کا ذکر کیا تو بھی آئندہ ان کو لے کر آنے کا پابند کیا۔

یہ حضرات یوسف علیہ السلام کے حسن سلوک سے بڑے متاثر تھے، آئندہ ان کو ساتھ لانے کا وعدہ کر لیا، ادھر حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے پیسے ان کے علم واطلاع کے بغیر ان کے تھیلیوں میں

---

(۱) تفسیر درمنثور ٦/ ٢٩٢، الشعراء۔

رکھوادیا؛ تاکہ ان کا دوبارہ جلد آنا ممکن ہوسکے، چنانچہ جب وہ حضرات گھر پہونچے، والد صاحب کے سامنے سارے حالات رکھے اور بنیامین کو بھی آئندہ اپنے ساتھ لے جانے کی خواہش کا اظہار کیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام پس وپیش کرنے لگے، پھران حضرات نے اپنے اپنے تھیلے کھولے تو اس میں پیسوں کو بھی پایا۔

اس حسن سلوک کو دیکھ کران حضرات کا اصرار اپنے والد صاحب سے زیادہ بڑھا، بالآخر حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین علیہ الرحمۃ کو آئندہ سفر میں ساتھ لے جانے کی مشروط اجازت دیدی، ان سے یہ وعدہ بھی لیا کہ بنیامین کی حفاظت کریں گے اور دوران سفران کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہیں کریں گے، جب ان حضرات نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو یقین دلایا کہ ہم ان کے ساتھ خیر خواہی کریں گے اور کسی قسم کی زیادتی نہیں کریں گے تو ان کے ساتھ روانہ کرنے پر رضامند ہوگئے، جب یہ حضرات دوبارہ بنیامین علیہ الرحمۃ کے ساتھ مصر پہونچے تو ایک تدبیر سے حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین علیہ الرحمۃ کو روک لیا، اب دونوں بھائی اپنے والد سے بچھڑ گئے اور ایک بھائی بھی شرم کے مارے مصر میں رک گئے کہ پہلے بھی ہم لوگوں سے حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں زیادتی ہوچکی ہے اور بنیامین علیہ الرحمۃ کے ساتھ بھی یہ واقعہ پیش آگیا، الغرض بقیہ حضرات واپس اپنے والد کی خدمت میں پہونچے، اور اپنی صفائی پیش کی تو حضرت یعقوب علیہ السلام چونکہ نبی تھے، انہوں نے سارا معاملہ اللہ تعالی کے حوالے کردیا۔

تیسری دفعہ غلہ کی ضرورت پیش آئی تو کچھ انتظام کرکے مصر پہونچے، اس وقت ان حضرات نے اپنی مجبوری بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے پیش کی، حضرت یوسف علیہ السلام نے ان حضرات کی بدحالی دیکھ کران سے تخلیہ کیا اور حقیقت حال ظاہر فرمائی، خود بھی روئے اور بھائیوں کو بھی رلایا، جب تھوڑی دیر کے بعد یہ کیفیت دور ہوئی تو ان کو احساس ہوا کہ سب ڈرے سہمے ہوئے ہیں؛ لہذا ان کے خوف وڈر کو دور کرنے کے لئے ان کے ساتھ نرمی وشفقت سے بات چیت شروع کی اور ان پر کسی قسم کا الزام دینے کے بجائے تقدیر خداوندی پر سارا معاملہ ڈال دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجھے مصر تکوینی طور پر اس لئے پہونچایا؛ تاکہ اس جیسے قحط سالی کے موقعہ سے میں تمہارے لئے اور دیگر حضرات کے لئے کچھ انتظام کرسکوں اور ان کو غلہ فراہم کرکے فاقہ مستی

سے نکالنے میں مدد کرسکوں، اب دنیا چونکہ دارالاسباب ہے؛ اس لئے اللہ تعالی نے سبب کے طور پر تم لوگوں کو استعمال کیا، بہرحال اس طرح کی محبت آمیز باتوں سے ان حضرات کے دل سے خوف کو دور کیا، پھر کھڑے ہوئے اور بھائیوں سے بغل گیر ہوئے، خصوصا حضرت بنیامین علیہ السلام سے بغل گیر ہوئے اور معانقہ کیا۔(۱)

حضرت یعقوب و یوسف علیہما السلام کا معانقہ

حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام کے درمیان تکوینی طور پر جب جدائی ہوگئی تھی اور ایک طویل مدت کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے صاحبزادے حضرت یوسف علیہ السلام کی طلب پر مصر پہونچے تو ملتے ہی آپس میں بغل گیر ہوگئے، معانقہ کیا اور جوش محبت میں آنسو جاری ہوگئے۔ (۲)

اصحاب کہف کا آپس میں معانقہ

اصحاب کہف جو اپنے زمانہ کے ظالم وجابر بادشاہ سے تنگ آچکے تھے اور ان کو اپنے دین پر ثابت قدم رہنے کی صرف یہ شکل سمجھ میں آئی کہ آبادی سے دور ایک غار میں جا کر پناہ لے لی جائے، چنانچہ وہ لوگ جب غار میں پہونچے اور آرام کرنے کے لئے لیٹے تو سینکڑوں سال تک اسی غار میں سوتے رہے، ادھر وہ بادشاہ بھی مرگیا اور کئی بادشاہ آئے چلے گئے اور ظلم وجور کا دور ختم ہوکر عدل وانصاف قائم ہو چکا تھا، مگر ان حضرات کا پراسرار طور پر غائب ہوجانا اور کہیں سراغ نہ ملنا اس وقت بہت اہمیت کا حامل ہو چکا تھا، جب یہ حضرات اپنی نیند سے بیدا ہوئے اور کچھ بھوک محسوس ہوئی تو اپنے میں سے ہی ایک صاحب کو کچھ پیسے دے کر اس ہدایت کے ساتھ روانہ کیا کہ کسی کو ہم لوگوں کا پتہ نہ بتانا، ہو نہ ہو وہ حضرات ہمارے درپہ آزاد ہوجائیں، مگر یہ صاحب چونکہ صدیاں بیت جانے کے بعد غار سے باہر آئے تھے، وہ سکہ اب چل نہیں رہا تھا، پرانے زمانے کا سکہ دیکھ کر ان لوگوں نے ان سے تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ یہ وہی حضرات ہیں جو ایک زمانے میں اپنے دین کو بچانے کے لئے غائب ہوگئے تھے، بادشاہ اپنی رعایا سمیت خود ان حضرات کو اپنے ساتھ اعزاز

(۱) نظم الدرفی تناسب الایات والسور ۱۰ / ۲۲۲، یوسف: ۱۰۱۔
(۲) تفسیر درمنثور ۴ / ۵۹۰، یوسف: ۹۹۔

واکرام کے ساتھ لینے کے لئے آئے، ان صاحب نے غار پر پہونچنے کے بعد سب کو غار سے باہر روک دیا اور کہا کہ اچانک آپ لوگوں کا اندر جانا مناسب نہیں ہے، پہلے میں ان کو آپ حضرات کی آمد کی اطلاع دیتا ہوں؛ تاکہ وہ حضرات آپ لوگوں سے ملنے کے واسطے ذہنا تیار ہوجائیں، یہ سب باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اندر ان حضرات کو محسوس ہوگیا کہ اہل شہر کو ہمارے یہاں قیام پذیر ہونے کا علم ہو چکا ہے؛ لہذا وہ لوگ ایک دوسرے سے گلے گلے مل کر یہ وصیت کرنے لگے کہ آزمائش کا وقت آچکا ہے؛ لہذا ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے دین پر ثابت قدم رہے، جب ان کا آدمی پہونچا تو یہ حضرات ایک دوسرے سے معانقہ کر کے اور وصیت کر کے سو چکے تھے اور اسی حالت میں ان کی روح پرواز کر چکی تھی۔(۱)

معانقہ کے باب میں حضور ﷺ کا تعامل

دین فطرت کے سب سے بڑے داعی حضور اکرم ﷺ کے عمل سے بھی معانقہ کا ثبوت ملتا ہے، آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر صحابہ کرام سے معانقہ فرمایا ہے؛ بلکہ آپ ﷺ نے حضرت الیاس علیہ السلام سے بھی معانقہ فرمایا ہے۔

حضرت الیاس علیہ السلام سے معانقہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ایک سفر پر تھے، ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا تو ایک صاحب وادی میں یہ دعا کر رہے تھے، اے اللہ! تو مجھے محمد ﷺ کی مرحوم ومغفور اور غیر معمولی ثواب کی مستحق امت میں شامل کر دے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس وادی کے قریب گیا تو دیکھا کہ وہاں ایک تین سو ہاتھ کے دراز قد انسان ہیں، انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ تم کون ہو؟ میں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے عرض کیا کہ میں انس بن مالک حضور ﷺ کا خادم ہوں، یہ سن کر انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کہاں ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ وہ آپ سے بہت قریب ہیں، ممکن ہے کہ وہ آپ کی بات بھی سن رہے ہوں، انہوں نے فرمایا کہ تم جاؤ اور میرا سلام ان کو پہونچاؤ اور یہ کہو کہ آپ ﷺ کا بھائی الیاس علیہ السلام آپ ﷺ کو سلام کہتا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پیغام

(۱) تفسیر درمنثور ۵/۳۶۸، الکہف:۹۔

پہونچایا، پھر حضرت الیاس علیہ السلام بھی تشریف لے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو سلام کیا اور معانقہ بھی فرمایا، پھر دونوں کے درمیان دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔(۱) البتہ علامہ بیہقی علیہ الرحمۃ کے بقول یہ حدیث ضعیف ہے۔(۲)

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے معانقہ

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جب حبشہ سے خیبر کے فتح ہونے کے بعد تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو ان کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت مسرور ہوئے اور معانقہ کرتے ہوئے فرمایا:

مَا أَدْرِي أَنَا بِفَتْحِ خَيْبَرَ أَفْرَحُ، أَوْ بِقُدُومِ جَعْفَر۔ (۳)

پتہ نہیں مجھے خیبر کے فتح ہونے سے زیادہ خوشی ہوئی یا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی آمد سے۔

حضرت سفیان علیہ الرحمۃ اور امام مالک علیہ الرحمۃ کا ایک علمی مکالمہ

ایک مرتبہ حضرت سفیان ابن عیینہ علیہ الرحمۃ امام مالک علیہ الرحمۃ سے ملنے آئے، سلام کے بعد امام مالک علیہ الرحمۃ نے ابن عیینہ علیہ الرحمۃ سے مصافحہ کیا اور فرمایا: **یا أبا محمد لولا أنها بدعة لعانقتك** اگر معانقہ بدعت نہ ہوتا تو میں آپ سے معانقہ کرتا، حضرت سفیان علیہ الرحمۃ نے عرض کیا: **عانق خير منك** کہ آپ سے بہتر ذات نے معانقہ کیا ہے، امام مالک علیہ الرحمۃ نے فرمایا: کیا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے؟ حضرت سفیان علیہ الرحمۃ نے کہا: ہاں! امام مالک علیہ الرحمۃ نے کہا: **ذاك خاص** یعنی یہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک خصوصی برتاؤ تھا، ابن عیینہ علیہ الرحمۃ نے کہا: ایسا نہیں ہے، جو اُن کے لیے حکم ہے وہی ہمارے لیے بھی ہے: **ما عَمَّه يَعُمُّنا ويخص جعفر يخصنا**، پھر ابن عیینہ علیہ الرحمۃ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معانقہ کرنے کی حدیث بیان کی۔(۴)

---

(۱) دلائل النبوۃ للبیہقی ۵/۴۲۱، باب ماروی فی التقاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالیاس علیہ السلام۔
(۲) حوالہ سابق۔
(۳) المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر: ۴۷۸۔
(۴) فتح الباری ۱۱/۵۹۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا معانقہ کے بدعت ہونے کا قول ابتداء میں تھا، بعد میں انہوں نے رجوع کرلیا تھا؛ چناں چہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: **وروی عنه مایدل علی أنه رجع عن القول بالکراهة**۔(۱) اور نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس مکالمے کو ذکر کرتے ہوئے اخیر میں لکھا ہے: **فقال سفیان: ما نخصه بغیر دلیل، فسکت مالک**، کہ ہم بلا دلیل اِسے خاص واقعہ نہیں کہہ سکتے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی جواب نہیں دیا؛ بلکہ خاموش رہے، آگے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا قول ان الفاظ میں نقل کیا ہے: **وسکوت مالک دلیل لتسلیمه قولَ سفیان وموافقته وهو الصواب**۔(۲) یعنی قاضی عیاض جوخود مالکی ہیں اُن کا کہنا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خاموشی حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کی بات کو قبول کرنے کے مترادف ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے معانقہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ابن حشفہ نامی ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے گھر مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ تھے، جن میں ابوبکر صدیق، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم بھی تھے، اس موقعہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر ایک اپنے اپنے جوڑ کے آدمی کے ساتھ کھڑا ہوجائے، اس اعلان کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھے اور ان سے معانقہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: آپ دنیا میں بھی میرے دوست ہیں اور آخرت میں بھی، اس حدیث کو امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح اور علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔(۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے معانقہ

ہجرت کے موقع سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امانت کی ادائیگی اور بعض دوسرے امور کی وصیت کرنے کے بعد اپنے بستر پر سلا دیا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ ان مفوضہ ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے بعد تم بھی مدینہ آجانا، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ساری ذمہ داریوں کی ادائیگی

(۱) الابواب والتراجم ۶/۳۵۸۔
(۲) شرح النووی ۸/۲۰۸۔
(۳) مستدرک حاکم، حدیث نمبر: ۴۵۳۶۔

سے فارغ ہو گئے تو مدینہ کے لئے پاؤں پیدل چل دئے، کافروں کے خوف سے رات میں سفر کرتے اور دن میں چھپ رہتے، اسی طرح چھپتے چھپاتے مدینہ پہونچے، جب آپ ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آمد کی اطلاع پہونچی تو آپ ﷺ نے ایک صحابی سے فرمایا کہ ان کو بلاؤ، عرض کیا گیا کہ وہ چلنے کے قابل نہیں ہیں، یہ سن کر آپ ﷺ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور ان سے معانقہ فرمایا اور پاؤں پر جو ورم آ گیا تھا اور پھٹنے کی وجہ سے جو خون نکل رہا تھا اسے دیکھ کر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اپنا لعاب مبارک ان کے پاؤں کو لگایا اور عافیت کی دعا فرمائی، آپ ﷺ کے لعاب مبارک اور دعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ پھر کبھی پاؤں میں تکلیف نہیں ہوئی۔(۱)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے معانقہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے، آپ ﷺ اس وقت میرے گھر میں تشریف فرما تھے، جب انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا اور آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ دروازہ پر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں تو آپ ﷺ برہنہ بدن اپنی چادر کھینچتے ہوئے دروازہ کی طرف بڑھے، خدا کی قسم! میں نے اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد آپ کو (کسی سے ملتے ہوئے) برہنہ بدن دیکھا، پھر آپ ﷺ نے ان سے معانقہ فرمایا اور بوسہ دیا۔(۲)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے معانقہ

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے موقع سے بھاگ کر یمن میں پناہ لینے کے لئے چل پڑے تھے، ان کی بیوی ام حکیم رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کے لئے پناہ مانگی، آپ ﷺ نے بخوشی پناہ دیدی، وہ ان کو راستے سے واپس لائیں اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیں، جب آپ ﷺ نے ان کو دیکھا تو ان کی طرف بڑھے اور معانقہ فرمایا اور ان کی آمد پر غیر معمولی خوشی کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

---

(۱) اسد الغابۃ ۸۷/۷/۴، فضائل علی رضی اللہ عنہ۔
(۲) سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۲۷۳۲۔

مَرْحَبًا بِالرَّاكِبِ الْمُهَاجِرِ۔ (۱)

حضرت نعیم رضی اللہ عنہ سے معانقہ

حضرت نعیم بن نخام رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام صحابی ہیں، حبشہ کی جانب ہجرت کی اجازت سے پہلے ہی وہ اسلام میں داخل ہوگئے تھے؛ لیکن کفار مکہ کی اسلام دشمنی کی وجہ سے وہ اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کر رہے تھے، چنانچہ وہ مکہ مکرمہ ہی میں قیام پذیر رہے، سن چھ ہجری میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے اور اپنے ساتھ اپنے خاندان کے چالیس افراد کو بھی ساتھ لائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے معانقہ فرمایا اور ان کو بوسہ بھی دیا۔ (۲)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے معانقہ

حضرت نافع بن جبیر علیہ الرحمۃ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے معانقہ کیا۔ (۳)

بنو حریش کے ایک صحابی سے معانقہ

قبیلہ بنو حریش کے ایک صاحب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سینہ سے لگایا (معانقہ کیا) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغل مبارک کا پسینہ مجھ پر بہہ پڑا، جو خوشبو کے لحاظ سے مشک جیسا تھا۔ (۴)

ایک نوجوان صحابی سے معانقہ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری نوجوان پر جہنم کا خوف غالب آ گیا، جہنم کا ذکر جب بھی آتا وہ رونے لگتے، روتے روتے ان کی حالت اس قدر ابتر ہوگئی کہ ان کا گھر سے باہر نکلنا مشکل ہوگیا، جب ان کا تذکرہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نوجوان صحابی کے گھر تشریف لے گئے، جونہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر میں داخل ہوئے

---

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر: ۱۰۲۱۔

(۲) تاریخ دمشق لابن عساکر ۶۲ / ۱۸۰، تذکرہ نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔

(۳) بخاری، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما۔

(۴) شرح الزرقانی علی المواہب ۵ / ۴۶۱، الفصل الاول فی کمال خلقه وجمال صورته صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

توانہیں گلے لگایا (معانقہ کیا) اسی حالت میں ان کی روح پرواز کر گئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ ان کی تجہیز وتکفین کا انتظام کرو، خوف کی وجہ سے ان کا کلیجہ پھٹ گیا۔(۱)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے معانقہ

حضرت عبداللہ عنزی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی صاحب سے ملتے تو ان سے مصافحہ بھی کیا کرتے تھے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے ایک باخبر شخص سے سوال کیا ہے، سنو! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری جب بھی ملاقات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے شمار مرتبہ مجھ سے مصافحہ کیا؛ لیکن ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض الوفات میں مجھے بلا بھیجا، جب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیٹے ہوئے تھے، میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھک پڑا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک کو اٹھایا اور مجھے اپنے سینہ سے لگالیا۔(۲)

صحابہ میں معانقہ کا رواج

صحابہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے اور جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق و عادات کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دیا تھا اور جن کی زندگی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا عکس جمیل تھی، ان میں بھی معانقہ کا رواج اور چلن تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کا معمول بیان کرتے ہیں کہ جب وہ آپس میں ملتے تو مصافحہ کرتے اور جب سفر سے واپس آتے تو معانقہ کرتے تھے۔(۳) امام شعبی علیہ الرحمہ سے بھی یہی منقول ہے۔(۴)

محمد بن سیرین علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی کو گورنر بنا کر بھیجتے تو وہاں کے لوگوں کو لکھتے:

وَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا مَا عَدَلَ فِيكُم -(۵)

---

(۱) شعب الایمان، حدیث نمبر:۹۰۸۔
(۲) الآداب للبیہقی، حدیث نمبر :۲۲۶۔
(۳) المعجم الاوسط، حدیث نمبر:۹۷۔
(۴) مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر:۵۷۲۰۔
(۵) الزہد لاحمد بن حنبل ۱/۱۴۹، اخبار معاذ بن جبل۔

ان کی باتیں سنو، ان کا کہنا مانو جب تک وہ تمہارے درمیان عدل وانصاف قائم کرتے رہیں۔

لیکن جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو مدائن کا گورنر بنایا تو ان کے خط میں لکھا:

اسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا وَأَعْطُوهُ مَا سَأَلَكُمْ -(۱)

ان کی باتیں سنو اور ان کا کہنا مانو اور تم سے جو مطالبہ کریں وہ دو۔

جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن کے قریب پہونچے تو لوگ ان کے استقبال کو آئے، انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ایک گدھا پر سوار ہیں اور ہاتھ میں گوشت ہے، جسے کھا رہے ہیں، فارغ ہونے کے بعد آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط پڑھ کر ان لوگوں کو سنایا، خط سننے کے بعد ان لوگوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کی کیا ضرورت ہے بیان کیجئے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اب تک ہم لوگوں کو ایسا خط نہیں لکھا، جو آپ کے متعلق لکھا ہے، آپ نے فرمایا کہ میری ضرورت بس یہ ہے کہ جب تک تمہارے درمیان رہوں تم لوگ مجھے کھانا کھلاؤ، میرے گدھے کو چارہ دو، اور اپنا خراج جمع کرو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے معانقہ

جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی گورنری کی مدت ختم ہوئی اور مدینہ تشریف لا رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی آمد کا علم ہوا، آپ ان کے راستے میں ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گئے؛ تا کہ ان کی واقعی حالت کو دیکھ سکیں کہ کوئی تبدیلی تو نہیں آئی ہے، جب ان کو اسی سابقہ حالت پر دیکھا تو ان سے معانقہ کیا اور نہایت مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: تو میرا بھائی ہے اور میں تیرا بھائی ہوں ،تو میرا بھائی ہے اور میں تیرا بھائی ہوں۔(۲)

عام صحابہ سے معانقہ

حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ جب رات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی صحابی یاد آتے تو کہتے ہائے رات کتنی طویل ہے، صبح کا انتظار بڑی بے چینی سے کرتے، جب صبح ہوتی تو ان

(۱) الزہد لاحمد بن حنبل ۱/۱۴۹، **اخبار معاذ بن جبل۔**

(۲) حوالہ سابق۔

کے پاس تشریف لے جاتے اور جب ان پر نظر پڑتی تو معانقہ فرماتے۔(۱)

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے معانقہ

حضرت ہشیم علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب شام تشریف لائے تو حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ ان کے استقبال کے لئے نکلے، جب دونوں حضرات کی ملاقات ہوئی تو آپس میں معانقہ کیا۔(۲)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے معانقہ

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارے یہاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تشریف لائے، گھر پر ابودرداء رضی اللہ عنہ موجود نہیں تھے، انہوں نے پوچھا کہ میرے بھائی کہاں ہیں؟ میں نے کہا کہ وہ مسجد میں ہیں، اتنے میں وہ بھی آگئے، جب حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ پر نظر پڑی تو معانقہ فرمایا۔(۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے معانقہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب سفر کوفہ کے واسطے پابرکاب تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو اولا انہوں نے آپ کو کوفہ سفر کرنے سے روکا اور کوفہ والوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بڑے صاحبزادے کے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہ سب یاد دلایا، مگر وہ نہ مانے اور سفر کرنے پر اصرار کیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے گلے ملتے ہوئے فرمایا: اے مقتول! ہم آپ کو اللہ تعالی کے سپرد کرتے ہیں۔(۴)

حضرت جابر اور عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہما کا معانقہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث براہ راست سنی ہے، جسے میں نے نہیں سنا ہے، جب کہ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ ملک شام میں قیام پذیر تھے، علو سند کا آپ کے یہاں غیر معمولی اہتمام تھا، چنانچہ

(۱) اسد الغابۃ ۸/۱۵۸، رقم الترجمہ: ۴۲۶۸۔
(۲) کتاب الآثار لابی یوسف، حدیث نمبر: ۹۴۴۔
(۳) شرح معانی الآثار ۴/۲۸۱، باب المعانقۃ۔
(۴) التاریخ الکبیر للبخاری ۱/۳۵۶، رقم الترجمہ: ۱۱۲۵۔

آپ نے اونٹ خریدا اور ایک ماہ کی طویل مسافت طے کر کے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے یہاں پہونچے، اطلاع پاکر جب حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ گھر سے باہر نکلے تو دونوں حضرات نے آپس میں معانقہ کیا۔(۱)

سوید بن غفلہ اور عمرو بن میمون کا معانقہ

حضرت عاصم بن کلیب علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں نے سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن میمون علیہ الرحمۃ کو دیکھا کہ جب وہ ملتے تو مصافحہ کرتے اور معانقہ بھی فرماتے۔(۲)

حضرت علی اور حضرت زبیر کا معانقہ

جنگ جمل میں گھمسان کی لڑائی سے قبل حضرت علی رضی اللہ عنہ صف سے باہر آئے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو آواز دی، وہ بھی صف سے نکل کر آگے آئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سنائی، انہیں بھی وہ حدیث یاد آ گئی، دونوں گلے ملے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔(۳)

اوس وخزرج کا آپس میں معانقہ

ایک مرتبہ شماش بن قیس نے اوس وخزرج کو ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے خوشگوار ماحول میں بات چیت کرتے ہوئے دیکھا تو اسے رہا نہ گیا، اس نے ایک یہودی کو جنگ بغاث کے اشعار سنانے کو کہا، ان اشعار کو سن کر دونوں فریق کا خون گرم ہو گیا، پہلے تو تو میں میں ہوئی، پھر ہاتھا پائی ہوئی، اس کے بعد لڑائی کی نوبت آ گئی، دونوں طرف کے جوان ہتھیار سمیت میدان میں آ گئے، ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا تو مہاجرین کے ساتھ موقع پر پہونچے، انہیں اسلام وایمان کی نعمت یاد دلائی اور امن وآشتی کے ساتھ رہنے کی تلقین کی، جس سے ان کے دل نرم پڑ گئے اور ان کو محسوس ہوا کہ یہ سب شیطان کی کارستانی ہے، اپنی غلطی پر ندامت ہوئی اور گلے گلے مل کر خوب روئے۔(۴)

---

(۱) مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۶۰۴۲۔

(۲) تاریخ دمشق لابن عساکر ۴۲۱/۴۶، تذکرہ عمرو بن میمون۔

(۳) الامامۃ والسیاسۃ ۶۴/۱، رجوع الزبیر عن الحرب۔

(۴) تفسیر درمنثور ۲۷۸/۲، آل عمران: ۹۸۔

معانقہ کے تعلق سے یہ اہتمام صحابہ کرام کا تھا، جو حضور ﷺ کے تربیت یافتہ تھے اور جیسا انہوں نے حضور ﷺ کو کرتے دیکھا تھا اسی طرح کرنا وہ اپنے لئے باعث سعادت اور ذریعہ نجات سمجھا کرتے تھے۔

معانقہ کے باب میں تابعین اور تبع تابعین کا معمول

صحابہ کو دیکھنے والے تابعین اور تابعین کو دیکھنے والے تبع تابعین کے معزز لقب سے یاد کئے جاتے ہیں، ان حضرات میں بھی معانقہ کا رواج رہا ہے، حضرت ابوبلج علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ جب عمرو بن میمون اور اسود بن یزید رحمہا اللہ کی ملاقات ہوتی تو ایک دوسرے سے معانقہ کرتے تھے۔(۱) حضرت عباد بن عباد علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ابومجلز اور خالد اتیج رحمہا اللہ کو میں نے دیکھا کہ جب وہ ملتے تو ایک دوسرے سے معانقہ فرماتے۔(۲) حضرت معاذہ عدویہ رحمہا اللہ فرماتی ہیں کہ جب صلہ بن اشیم علیہ الرحمۃ کے شاگردان کے یہاں پہونچتے تو ایک دوسرے کو اپنے سینہ سے لگاتے اور معانقہ کرتے۔(۳)

حسن بن عبد فزاری علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میرے بچپن میں ایک مرتبہ ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمۃ ہمارے یہاں تشریف لائے، ویسے ان کا معمول ہی یہ تھا کہ جب وہ ہماری بستی میں آتے تو والد صاحب کے مہمان بنتے، ایک مرتبہ وہ آئے تو دروازہ کھٹکھٹایا، والد صاحب نے مجھے بھیجا کہ دیکھو دروازہ پر کون ہے؟ جب باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک گندمی رنگ کے صاحب عبا اوڑھے ہوئے ہیں، میں ان کو دیکھ کر گھبرا گیا اور جلدی سے اندر گیا اور والد صاحب سے عرض کیا کہ ایک صاحب دروازہ پر ہیں؛ لیکن میں ان کو پہچانتا نہیں ہوں، والد صاحب بذات خود باہر آئے اور جب ان کو دیکھا تو ان سے معانقہ کیا اور بڑے اعزاز کے ساتھ ان کو اندر لائے اور گفتگو میں مصروف ہوگئے۔(۴)

---

(۱) تفسیر درمنثور، حدیث نمبر: ۲۵۷۳۱۔
(۲) حوالہ سابق، حدیث نمبر: ۲۵۷۳۲۔
(۳) حوالہ سابق، حدیث نمبر: ۲۵۷۳۴۔
(۴) حلیۃ الاولیاء ۸/۸، تذکرۃ ابراھیم بن ادھم۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، صحابہ ، تابعین اور تبع تابعین کے دور میں معانقہ کا جو رواج تھا اور جس کثرت کے ساتھ وہ حضرات آپس میں معانقہ کرتے تھے اس کے متعلق ایک دو نہیں ؛ بلکہ دسیوں احادیث پیش کی جا چکی ہیں ، ان احادیث کے ہوتے ہوئے معانقہ کا انکار کرنا مشکل ہے ؛ البتہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ایسی ہے جس سے بظاہر معانقہ کی ممانعت معلوم ہوتی ہے ، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس حدیث پر نظر ڈال لی جائے ، پھر اس کے متعلق علماء نے جو کچھ لکھا ہے اسے ملاحظہ کیا جائے ، حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں :

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَيَنْحَنِي بَعْضُنَا لِبَعْضٍ؟ قَالَ: لَا . قُلْنَا أَيُعَانِقُ بَعْضُنَا بَعْضًا؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنْ تَصَافَحُوا -(۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ ملاقات کے وقت ایک دوسرے کے لئے جھک سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نفی میں جواب دیا ، ہم نے دریافت کیا کہ معانقہ کر سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا جواب بھی نفی میں دیا ؛ البتہ مصافحہ کر سکتے ہو۔

یہ حدیث سابقہ تمام روایات کے خلاف ہے ؛ اس لئے علماء نے اس حدیث کے مختلف جوابات دیے ہیں۔

امام طحاوی علیہ الرحمۃ کی رائے

ایک جواب امام طحاوی علیہ الرحمۃ نے دیا ہے ، جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے ؛ اس لئے کہ معانقہ کی اجازت والی حدیث بعد کی ہے ، چنانچہ وہ صحابہ کا معانقہ کے باب میں تعامل پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

فَهَؤُلَاءِ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانُوا يَتَعَانَقُونَ. فَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّ مَا رُوِيَ عَنْ

(۱) سنن ابن ماجہ ، حدیث نمبر : ۳۷۰۲۔

رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِبَاحَةِ الْمُعَانَقَةِ مُتَأَخِّرٌ عَمَّا رُوِيَ عَنْهُ مِنَ النَّهْيِ عَنْ ذَلِكَ.(۱)

یہ سارے صحابہ معانقہ کرتے تھے، ان کا عمل اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ معانقہ کا جواز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو منقول ہے وہ بعد کا ہے اور ممانعت والی بات ابتدائے اسلام کی ہے اور وہ منسوخ ہے۔

شیخ ابومنصور ماتریدی رحمہ اللہ کی رائے

شیخ ابومنصور ماتریدی رحمہ اللہ ناسخ ومنسوخ کا موقف اختیار کرنے کے بجائے وہ اجازت وممانعت والی حدیث میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جس معانقہ سے حدیث میں منع کیا گیا ہے وہ ایسا معانقہ ہے جو بطور شہوت کے ہو؛ لیکن جو معانقہ اکرام اور حسن سلوک کے طور پر کیا جائے وہ ممنوع نہیں؛ بلکہ درست ہے، چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ ان کے حوالے سے لکھتے ہیں:

الْمَكْرُوه من المعانقة مَا كَانَ على وَجه الشَّهْوَة، وَأما على وَجه الْبر والكرامة فَجَائِز. (۲)

مکروہ معانقہ وہ ہے جو شہوت کے طور پر ہو؛ لیکن جو حسن سلوک اور اکرام کے طور پر ہو تو درست ہے۔

جسم پر کپڑا نہ ہو تب ممانعت ہے

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اگر معانقہ کرنے والے کے بدن پر سوائے تہبند کے کوئی کپڑا نہ ہو تو ایسے معانقہ کی ممانعت حدیث میں ہے؛ لیکن جب بدن پر کرتا یا جبہ وغیرہ ہو تب معانقہ بالاتفاق جائز ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَالُوا الْخِلَافُ فِي الْمُعَانَقَةِ فِي إِزَارٍ وَاحِدٍ أَمَّا إِذَا كَانَ عَلَيْهِ قَمِيصٌ أَوَجُبَّةٌ لَا بَأْسَ بِهِ بِالْإِجْمَاعِ وَهُوَ الصَّحِيحُ ۔ (۳)

(۱) شرح معانی الآثار ۲۸۱/۴، باب المعانقة۔

(۲) عمدۃ القاری ۶۷/۲، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللهم علمهم الكتاب۔

(۳) شامی ۳۸۱/۶، کتاب الحظر والاباحة۔

فقہاء کہتے ہیں کہ اختلاف اس معانقہ کے بارے میں ہے جب کہ معانقہ کرنے والے کے بدن پر سوائے تہہ بند کے کوئی کپڑا نہ ہو اور اگر جسم پر کرتا یا جبہ وغیرہ ہو تو وہ معانقہ جائز ہے۔

بری نیت سے کیا جانے والا معانقہ

بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ مکروہ معانقہ وہ ہے جو تملق و چاپلوسی کے لئے ہو، اور جو معانقہ رخصت کرتے وقت، سفر سے واپسی کے وقت، ملاقات کا زمانہ طویل ہو جانے کے وقت یا حب فی اللہ کے غلبہ کے وقت اور شہوت و برائی سے امن کے وقت کیا جاتا ہے وہ جائز ہے۔(۱)

خلاصہ یہ کہ غلط نیت سے جو معانقہ ہو ممنوع اور مکروہ ہے، اور جو معانقہ حسن سلوک، اکرام اور حب فی اللہ کے غلبہ اوران کے علاوہ کسی محمود جذبے سے کیا جائے تو وہ ممنوع نہیں ہے۔

معانقہ کی حقیقت

معانقہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے، جو عنق سے نکلا ہے جس کا معنی گردن آتا ہے، اور معانقہ کا معنی گردن سے گردن ملانا ہے، یہ تو اس کا لغوی معنی ہے، محمد رواس قلعجی نے معانقہ کی شرعی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

المعانقة: بضم الميم من عانق، وضع كل من الرجلين ذقنه على كتف الاخر وعنقه على عنقه، وضمه إليه بيديه -(۲)

معانقہ عانق سے مشتق ہے، دو آدمیوں میں سے ہر ایک کا اپنی ٹھوڑی کو دوسرے کے مونڈھے پر اور گردن کو دوسرے کی گردن پر رکھنے اور سامنے والے کو اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سینہ سے ملانے کو معانقہ کہتے ہیں۔

اس تعریف سے شرعی معانقہ کے لئے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) التعلیق الصبیح ۵/۱۱۹، باب المصافحة والمعانقة۔
(۲) معجم لغة الفقہاء ۱/۴۳۸، حرف الميم۔

۱۔ اپنی اپنی ٹھوری کو سامنے والے کے مونڈھے پر رکھنا۔

۲۔ اپنی اپنی گردن سامنے والے کی گردن سے ملانا۔

۳۔ اپنے اپنے ہاتھوں سے سامنے والے کو سینہ سے ملانا۔

لہذا معانقہ میں ان تینوں امور پائے جانے چاہئیں، کیونکہ محدثین نے اپنی کتابوں میں مصافحہ ومعانقہ پر مستقل باب قائم کرکے معانقہ سے متعلق جو احادیث وآثار بیان کئے ہیں، اُن میں تین طرح کے الفاظ وارد ہوئے ہیں: **اعتنقي، ضمّني، التزمني**، پہلے لفظ میں گردن کا ملانا ظاہر ہے، دوسرے لفظ میں سینہ کا ملانا بھی صراحۃً موجود ہے اور تیسرے لفظ میں سینہ کا لگانا اقتضاءً ہے؛ اس لئے معانقہ کرتے وقت سینہ اور گردن دونوں ملانا چاہئے اور اپنی اپنی ٹھوری بھی سامنے والے کے مونڈھے پر رکھنا چاہئے۔

معانقہ بائیں جانب کیا جائے

معانقہ دائیں جانب کرنا چاہیے یا بائیں جانب؟ اجازت دونوں طرف میں سے ہر طرف کرنے کی ہے؛ لیکن بائیں جانب راجح ہے؛ کیوں کہ معانقہ بشاشت اور محبت قلبی کے اظہار کا ذریعہ ہے، اس سے دوری اور وحشت میں کمی آتی ہے اور ظاہر ہے کہ قلب بائیں جانب ہے، جو مرکزِ محبت ہے، اگر معانقہ بائیں جانب ہوتو دل سے دل مل جائیں گے اور محبت بڑھے گی؛ لہذا معانقہ بائیں جانب کرنا چاہئے، مفتی رشید احمد لدھیانوی علیہ الرحمۃ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

> مگر معانقہ کا منشاء ہیجان المحبۃ ہے، جس کا محل قلب ہے اور صورت تیاسر میں جانبین کے قلوب باہم زیادہ قریب ہوتے ہیں؛ اس لئے تیاسر راجح ہے؛ اسی لئے تیاسر ہی کا عام معمول ہے۔(۱)

بہر حال جب معانقہ سے قلبی مودت وبشاشت اور دل سے وحشت وبغض کے دور کرنے کا اظہار ہوتا ہے تو حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ معانقہ کرنے والوں کا سینہ آپس میں اس طرح ملے کہ گویا دونوں کے دل مل گئے؛ تاکہ ظاہر بھی اصل مقصود کے مطابق رہے اور دل ہر انسان کے سینہ میں بس ایک ہے اور وہ بھی بائیں جانب ہوتا ہے؛ اس لئے معانقہ میں وہی جہت اپنے مقصود کے

(۱) احسن الفتاوی ۸/ ۴۱۱۔

لحاظ سے متعین ہو جاتی ہے۔

معانقہ دائیں جانب کیوں نہیں؟

حدیث کی تقریباً تمام کتب میں یہ حدیث پائی جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیامن یعنی داہنے جانب سے اچھے امور کو شروع کیا کرتے تھے اور معانقہ بھی تو اسلام میں مطلوب ہے اور امر مندوب ہے؛ لہذا خیال یہ ہے کہ معانقہ بھی دائیں جانب ہونا چاہئے، آخر ایسا کیوں نہیں ہے؟

حدیث مذکور کا صحیح مفہوم

حدیث اپنی جگہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے، حضرات محدثین اور فقہاء کے یہاں یہ حدیث معروف ومشہور ہے اور اس حدیث کے مختلف طرق کو جمع کرنے کے بعد ان حضرات نے ایک ضابطہ بھی تحریر کیا ہے کہ وہ کام جو تکریم وتشریف اور تزئین کے قبیل سے ہو تو وہاں یمین کو مقدم کرنا مستحب ہے اور جو کام کرامت وشرافت کے قبیل سے نہ ہو تو وہاں تیاسر مستحب ہے، پھر اس ضابطے کی تشریح میں علامہ نووی علیہ الرحمۃ نے **حاشیہ مسلم** اور **کتاب الاذکار** میں اور علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے **بنایہ** میں بہت سی مثالیں پیش کی ہیں، جن میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء بالیمین مطلقاً مستحب نہیں ہے؛ بلکہ جہاں:

(۱) فعل کا تعلق یمین وشمال دونوں سے طبعاً وعادۃً یکساں ہو۔

(۲) کوئی خاص یا وقتی عارض نہ ہو۔

(۳) جانب شمال میں کوئی وجہ ترجیح نہ ہو

تو اس وقت مذکورہ بالا ضابطہ کے مطابق **ابتداء بالیمین** یا **ابتداء بالایمن** مستحب ہوگا اور یہاں جانب شمال میں وجہ ترجیح موجود ہے کہ قلب جانب شمال ہوتا ہے؛ اس لئے معانقہ بائیں جانب ہونا چاہئے۔

فقہاء ومحدثین کے طرز سے استدلال

نیز اگر فقہاء ومحدثین کے یہاں معانقہ دائیں جانب کرنا مستحب ومطلوب ہوتا تو مثال میں دیگر امور کی طرح معانقہ کو بھی ذکر کرتے، جب کہ معانقہ میں جانب یمین کا استحباب کہیں مذکور نہیں ہے، معانقہ میں فقہاء کا تیامن کو ذکر نہ کرنا باوجودیکہ وہ تکریم وتشریف کے قبیل سے ہے، اس

بات کی دلیل ہے کہ معانقہ تیامن کے باب میں شروع ہی سے داخل نہیں ہے، ان وجوہ سے مذکورہ شبہ درست نہیں ہے۔

معمولات ماثورہ نامی ایک کتاب مرکز الفکر الاسلامی بشورندرا بنگلہ دیش سے شائع ہوئی ہے، اس میں فتاوی محمودیہ کے حوالے سے یہ لکھا گیا ہے:

داہنی جانب سے ایک مرتبہ معانقہ کرنا درست ہے(۱)

لیکن یہ حوالہ فتاوی محمودیہ کے ہندوستانی اور پاکستانی دونوں نسخوں میں تلاش کیا گیا، مگر نہ مل سکا، یہ بھی خیال آیا کہ پاکستان میں بھی مفتی محمود صاحب کے فتاوی ''فتاوی مفتی محمودیہ'' کے نام سے شائع ہوئے ہیں، اس مجموعہ میں بھی تلاش کیا؛ لیکن کامیابی نہیں مل سکی؛ اس لئے مذکورہ کتاب کے حوالے پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

معانقہ کتنی مرتبہ کیا جائے؟

معانقہ کے تعلق سے جتنی روایات ہیں، ان میں سے کسی میں تعداد کا ذکر نہیں ہے اور نہ کہیں تعداد کے تعلق سے کسی فقیہ ومحدث نے گفتگو کی ہے، اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس کا استحباب ایک مرتبہ سے مکمل ہو جاتا ہے، حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی علیہ الرحمۃ سے اس تعلق سے ایک سوال کیا گیا تو آپ نے جو جواب دیا تھا، اسے ذیل میں مع سوال نقل کیا جاتا ہے:

سوال: معانقہ کا سنت طریقہ کیا ہے؟ بعض لوگوں کو دیکھا کہ تین مرتبہ کاندھے ملتے ہیں، اور بعض لوگ صرف ایک طرف ملتے ہیں۔

الجواب: حامداومصلیا: صرف ایک طرف کافی ہے، فقط۔(۲)

تین مرتبہ معانقہ کرنا

بعض لوگ تین مرتبہ معانقہ کرتے ہیں، خصوصا شادی بیاہ کے موقع پر دولہے کو مبارک بادی دیتے وقت تین مرتبہ معانقہ کرنے کا رواج ہے اور معانقہ کے بعد پھر مصافحہ ہوتا ہے، یہ شرعی طور پر مناسب نہیں ہے، مصافحہ، معانقہ سے پہلے کرنا چاہیے اور چوں کہ معانقہ کا مقصد انتہائی درجہ

(۱) معمولات ماثورہ، ص:۱۰۵۔

(۲) فتاوی محمودیہ ۱۹/ ۱۱۸، پاکستان۔

کی محبت کا اظہار ہے، جس کا محل اور مرکز دل ہے اور دل ہر انسان کے پاس ایک ہوتا ہے اور وہ بھی بائیں جانب ہوتا ہے؛ اس لیے معانقہ ایک ہی جانب اور وہ بھی بائیں جانب کرنا قرینِ قیاس معلوم ہوتا ہے؛ اس لئے تین مرتبہ معانقہ کرنے کا جو رواج ہے اسے ختم کرنا چاہئے۔

معانقہ میں سینہ ملانا

ہندو پاک اور بنگلہ دیش وغیرہ میں گردن کے ساتھ سینہ بھی ملانے کا رواج ہے، بعض احادیثِ نبویہ میں التزام کے الفاظ آئے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بھی اجازت ہوسکتی ہے، چنانچہ مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عملِ خاص سے ظاہر ہے کہ یہاں التزام سے الصاق بالعنق مراد ہے یا زیادہ سے زیادہ الصاق بالصدر مراد ہے۔(۱)

معانقہ میں پیٹ ملانا

معانقہ میں پیٹ سے پیٹ ملانا ایک غیر شرعی فعل ہے، اس سے بچنا چاہئے، مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

> اسی طرح معانقہ میں پیٹ سے پیٹ ملانا جو ہندو پاک کے عوام میں رائج ہے جس کو عرب ممالک اور دنیا کے بیشتر ممالک میں نہایت ہی قبیح سمجھا جاتا ہے۔(۲)

معانقہ میں جسم کو بھینچنا

بوقت معانقہ جسم دبانا، بھینچنا اور اپنی طرف ایک دوسرے کو کھینچنا معانقہ کی حقیقت میں داخل نہیں، ہاں اصاغر اور ازواج مستثنی ہیں، اکابر اصاغر کے ساتھ، شوہر بیوی کے ساتھ ایسا کرسکتا ہے؛ گویا یہ ایک استثنائی شکل ہے، اصل حکم وہی ہے جو مذکور ہوا، مفتی رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> پاکستان اور ہندوستان میں مروجہ معانقہ کہ سینہ، شکم اور پورا جسم باہم پیوست

---
(۱) احسن الفتاویٰ ۸/ ۴۰۷۔
(۲) احسن الفتاویٰ ۸/ ۴۱۲۔

کر کے خوب بھینچتے ہیں، بلا شبہ بالاتفاق بدعت اور واجب الترک ہے، عدم ثبوت کے علاوہ اور بھی مفاسد ہیں۔(۱)

کسی آنے والے کو دیکھ کر تعظیما کھڑا ہونا

کسی آنے والے کو دیکھ کر اس کی تعظیم کے واسطے کھڑا ہونا فی نفسہ مکروہ نہیں ہے، جس شخص کی وجہ سے قیام ہوا ہے اگر اسے یہ پسند ہو اور اس کا خواہش مند رہتا ہو کہ لوگ مجھ کو دیکھ کر میری تعظیم میں کھڑے ہو جائیں تو اس وقت قیام مکروہ ہے اور جو اپنی تعظیم میں قیام کا خواہش مند نہ ہو تو ان کے لئے قیام مکروہ نہیں ہے۔(۲)؛ بلکہ علامہ ابن عابدین علیہ الرحمۃ نے ابن وہبان علیہ الرحمۃ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہمارے زمانے میں قیام کا مستحب ہونا ہی مناسب ہے، خاص طور پر ان جگہوں میں جہاں لوگ قیام کے عادی ہیں؛ کیونکہ وہاں قیام نہ کرنے کی وجہ سے کینہ، حسد اور بغض وعداوت پیدا ہوتی ہے۔(۳) اسی طرح کی بات علامہ نووی علیہ الرحمۃ نے بھی لکھی ہے۔(۴)

اسی وجہ سے جب حکیم شیخ ابو القاسم علیہ الرحمۃ کی خدمت میں کوئی مالدار جاتا تو آپ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے اور اگر آپ کی خدمت میں کوئی فقیر یا طالب علم حاضر ہوتا تو کھڑے نہیں ہوتے تھے، اس تفریق کی ان سے وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا کہ مالدار مجھ سے تعظیم کی امید رکھتا ہے، اب اگر میں اس کی تعظیم نہ کروں تو میں ضرر میں مبتلا ہو جاؤں گا اور ہماری جانب سے خلاف توقع امر کے پیش آنے کی وجہ سے اس کو تکلیف بھی ہوگی، جب کہ فقراء اور طلبہ صرف یہ امید لے کر آتے ہیں کہ میں ان کے سلام کا جواب دیدوں اور ان سے کچھ علمی باتیں کروں؛ اس لئے یہاں کھڑا نہ ہونے میں کوئی ضرر نہیں ہے۔(۵)

اسی کو سامنے رکھتے ہوئے مولانا خلیل احمد سہارنپوری علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ جہاں کھڑا ہونا مکروہ ہے اگر وہاں قیام نہ کرنے کی وجہ سے جان ومال اور عزت وآبرو کے ضائع ہونے

---

(۱) احسن الفتاوی ۸/ ۴۱۲۔
(۲) شامی ۶/ ۳۸۴، کتاب الحظر والاباحۃ۔
(۳) حوالہ سابق۔
(۴) الاذکار للنووی ۱/ ۲۶۸، فصل فی المصافحۃ۔
(۵) شامی ۶/ ۳۶۸، کتاب الحظر والاباحۃ۔

کا اندیشہ ہو، مثلا: کوئی حاکم ہے، اس کی تعظیم نہ کرنے کی وجہ سے اندیشہ ہے کہ بے عزت کردے گا یا کسی جعلی مقدمہ میں پھنسادے گا تو اس کی وجہ سے اس مکروہ کا ارتکاب جائز ہے۔(۱)

اور ملا علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

> قیام، علی سبیل الاعظام مکروہ ہے اور علی سبیل الاکرام جائز ہے، اکرام کا مطلب ہے سلام ومصافحہ کے لیے کھڑا ہونا، یہ قیام محبت میں اضافہ کا باعث ہے اور اعظام کا مطلب ہے مسلسل کھڑے رہنا۔(۲)

اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

> کسی بزرگ یا معزز آدمی کے آنے کے وقت تعظیماً کھڑا ہونا مضائقہ نہیں؛ مگر اس کے بیٹھنے سے بیٹھ جانا چاہیے، یہ کفار کی مشابہت ہے کہ سردار بیٹھا رہے اور سب حشم وخدم دست بستہ کھڑے رہیں، یہ تکبر کا شعبہ ہے۔(۳)

حاصل یہ کہ اگر کوئی شخص ایسا نظر آئے جو علم وفضل اور بزرگی کا حامل ہو تو اس کی تعظیم وتوقیر کے طور پر کھڑے ہو جانا جائز ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں، اسی طرح مجبور وعاجز شخص کی مدد کے لیے کھڑے ہونا، بیٹے کا باپ کے واسطے، بیوی کا شوہر کے واسطے کھڑے ہو جانا یا کسی کو مبارک بادی پیش کرنے کے لیے کھڑے ہو جانا، ان میں کوئی حرج نہیں ہے؛ البتہ ایسے شخص کے آنے پر کھڑے ہونا جو نہ صرف یہ کہ اس اعزاز کا مستحق نہ ہو؛ بلکہ اپنے آنے پر لوگوں کے کھڑے ہو جانے کی طلب وخواہش بھی رکھتا ہو، مکروہ ہے، اسی طرح بے جا خوشامد وچاپلوسی کے طور پر کھڑے ہونا بھی مکروہ ہے، نیز دنیاداروں کے لیے کھڑے ہونا اور اُن کی تعظیم کرنا بھی مکروہ ہے، ہاں اگر کھڑا نہ ہونے میں جانی یا مالی، دینی یا دنیاوی نقصان کا اندیشہ ہو تو مکروہ کا ارتکاب جائز ہے۔(۴)

طلبہ کا استاذ کی آمد پر کھڑا ہونا

بعض اسکول وکالج میں یہ رواج ہے کہ ٹیچر، پروفیسر اور استاذ کی آمد پر سارے طلبہ

(۱) بذل المجهود ۵/۳۲۶، باب ماجاء فی القیام۔
(۲) مرقاۃ ۹/۸۳۔
(۳) تعلیم الدین، ص: ۸۷۔
(۴) بذل المجهود ۱۳/۶۰۲۔

کھڑے ہوجاتے ہیں، جب استاذ بیٹھ جاتا ہے تو طلبہ بھی بیٹھ جاتے ہیں، یہ طرزِ عمل مناسب نہیں، مسلمان بچوں کو اِس سے پرہیز کرنا چاہیے اور اگر ایسا رواج کسی دینی درسگاہ میں ہو تو اصلاح کرنی چاہیے، تربیت صرف سلام کی دی جائے، حضور ایک مرتبہ صحابہ کے درمیان تشریف لائے تو صحابہ کھڑے ہو گئے، آپ نے منع فرمایا اور اسے عجمیوں کا طریقہ بتایا یعنی اسلامی طریقہ نہیں ہے، تاہم کہیں دفعِ ضرر کے لیے ایسا کرنا پڑے تو گنجائش ہے، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہ لکھتے ہیں:

> بہتر ہے کہ استاد اپنے طلبہ کو صرف سلام کرنے کی تربیت دیں، استاذ کی آمد پر طلبہ کا بہ طور احترام کے کھڑا ہوجانا جائز تو ہے؛ لیکن بہتر نہیں، ... ہاں اگر کوئی شخص ایسا فرعون مزاج ہو کہ اُس کے احترام میں کھڑے نہ ہونے والے عتاب وابتلاء کا شکار ہوجاتے ہوں تو ضرر سے بچنے کے لیے کھڑے ہونے میں قباحت نہیں۔(۱)

غیر مسلم وزراء کے لئے کھڑا ہونا

دینی اعتبار سے اگر کوئی شخص قابلِ احترام ہو اور اس کی تعظیم میں کوئی کھڑا ہوجائے تو اس کی گنجائش ہے۔(۲) البتہ دست بستہ کھڑا ہونا مناسب نہیں کہ اس میں نماز کی کیفیتِ قیام سے مشابہت ہے، گویا اس کیفیت میں عبادت اور بندگی کا ایہام ہوتا ہے، اور ایسی باتوں سے منع فرمایا گیا ہے، جس میں غیر اللہ کی نسبت سے عبادت کا ایہام ہوتا ہو، اگر دینی لحاظ سے قابلِ احترام نہ ہو حتی کہ مسلمان بھی نہ ہو، غیر مسلم ہو؛ لیکن اسے دنیوی جاہ ومنصب حاصل ہو، مثلاً: وزیر ہو یا کسی اور منصب کا حامل ہو تو اس کے لئے کھڑا ہونا درست ہے یا نہیں؟ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

> جہاں تک غیر مسلموں کی بات ہے تو ان کی اعتقادی گمراہی اپنی جگہ؛ لیکن مناسب حد میں رہتے ہوئے ان کی تعظیم اور توقیر میں بھی حرج نہیں، رسول

---

(۱) کتاب الفتاوی ۱/ ۲۸۷۔
(۲) شامی ۶/ ۳۸۴۔

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب قیصر روم کو خط لکھا، تو ان کے لئے ''عظیم الروم'' (۱) کا لفظ استعمال کیا؛ کیونکہ اہل روم ان کو اسی لقب سے یاد کیا کرتے تھے؛ اس لئے اگر کسی غیر مسلم وزیر کا کھڑے ہوکر ہاتھ باندھے بغیر خیر مقدم کیا جائے تو اس کی گنجائش ہے کہ یہ بھی توقیر واحترام کا ایک طریقہ ہے۔ (۲)

تعظیم کے لئے کھڑے ہونے کا قانون

بعض متکبر افسران جو خود کو مسلمان کہلاتے ہیں وہ اپنے ماتحتوں کے لئے کبھی یہ قانون بنا دیتے ہیں کہ وہ ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوا کریں اور اگر کوئی ایسا نہ کرے تو اس کی شکایت ہوتی ہے، اُس پر عتاب ہوتا ہے اور اُس کی ترقی روک دی جاتی ہے، ان افسران کا ایسا قانون بنانا درست نہیں ہے، بلاشبہ وہ اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مصداق ہیں:

مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَمْثُلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔ (۳)

جسے یہ پسند ہو کہ لوگ ان کے سامنے کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔

بزرگوں کے ہاتھ پیر چومنا

اپنے پیر ومرشد سے ملاقات کے وقت ہاتھوں اور پیروں کا چومنا جائز ہے یا نہیں؟ مفتی محمود صاحب علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

جو مستحقِ تعظیم وتوقیر ہو اس کی ایسی تعظیم وتوقیر بجالانا جو خدا کے ساتھ مخصوص نہیں، جائز ہے، یہ شرک نہیں ہے، کسی بزرگ پیر ومرشد کا ہاتھ چومنا جائز ہے، پیر اس طرح نہ چومے جس سے سجدہ کی صورت ہوجائے۔ (۴)

---

(۱) سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۲۷۱۷۔
(۲) کتاب الفتاویٰ ۱/ ۱۸۴۔
(۳) سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۵۲۲۹۔
(۴) فتاوی محمودیہ ۱۹/ ۱۲۵۔

علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے تقبیل کے جواز کی انیس روایات کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے:

ان تمام روایات وواقعات سے ثابت ہوا کہ علماء ومشائخ اور دینی شرف رکھنے والے حضرات کی دست بوسی؛ بلکہ قدم بوسی بھی نیز پیشانی پر بوسہ دینا سنت اور تعامل صحابہ وتابعین سے بلا کسی نکیر کے ثابت ہے۔(۱)

اور ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

جو شخص واجب الاکرام ہو، اس کی قدم بوسی کی اجازت ہے؛ لیکن اعتقاد میں غلو نہ ہو اور سجدہ کی ہیئت نہ ہونے پائے۔(۲)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ پیر پر ہاتھ لگا کر چہرہ پر ملنا جائز ہے یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا:

ظاہراً قواعد سے تفصیل معلوم ہوتی ہے کہ اگر ممسوح (جس کے پیر کو چھو کر چہرے پر ملا جائے) متبرک متقی ہو اور ماسح متبع سنت، صحیح العقیدہ ہو تو جائز ہے؛ ورنہ نہیں۔(۳)

اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بوسہ دینا بزرگوں، اہل سنت کے قدم کو، اگرچہ درست ہے، مگر اس کا کرنا اولیٰ نہیں کہ عوام اس سے فتنہ میں پڑ جاتے ہیں؛ لہٰذا اس کا ترک کرنا چاہیے۔(۴)

قدم بوسی کے سلسلے میں دو طرح کے اقتباسات نقل کئے ہیں، ان میں جواز کا قول، وسعت اور فتوی پر مبنی ہے اور دوسرا قول ورع وتقویٰ پر مبنی ہے، چوں کہ عوام اس سلسلے میں غلو اختیار کر جاتے ہیں اور جس کی قدم بوسی کی جائے اس کے اندر تکبر پیدا ہونے کا خطرہ رہتا ہے؛ اِس لیے

---

(۱) جواہر الفقہ ۱/ ۱۹۳۔
(۲) حوالہ سابق۔
(۳) امداد الفتاویٰ ۴/ ۲۷۹۔
(۴) فتاوی رشیدیہ، ص: ۱۵۰۔

قدم بوسی کا ترک ہی بہتر ہے، حضور ﷺ کا قیام کو ناپسند کرنا اسی بنیاد پر تھا کہ کہیں بعد میں غلو نہ پیدا ہو جائے۔

قرآن کو چومنا

قرآن کریم کتابِ ہدایت ہے، وہ باعث برکت بھی ہے، خدا کا کلام ہے، اِس کلام کو جس چیز میں رکھ دیا جائے وہ بابرکت، جس چیز پر لکھ دیا جائے وہ قابلِ احترام ہو جاتا ہے، ایسے کلام کو چھونا، بوسہ دینا، آنکھوں سے لگانا، سینے سے چمٹانا سب خیر و برکت کا سبب ہیں؛ لہٰذا قرآن کو چومنا جائز ہے، علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر صبح قرآن پاک ہاتھ میں لیتے اور بوسہ دیتے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی قرآن پاک کو بوسہ دیتے تھے اور اُس کو اپنے چہرے سے مس کرتے تھے۔(۱)

صحابہ کرام اور سلف صالحین کی عادت مبارکہ تھی کہ وہ قرآن کریم کو چومتے تھے اور اس میں قرآن کریم کی تعظیم وتکریم مضمر ہے؛ لہٰذا ایسا کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔(۲)

بوقت اذان انگوٹھا چومنا

اذان واقامت میں جب أشهد أن محمدا رسول الله کہا جاتا ہے تو بہت سے لوگ انگوٹھا چومتے ہیں اور اسے آنکھوں سے لگاتے ہیں، اکثر لوگ اس کو ثواب سمجھ کر کرتے ہیں اور تارک پر ملامت کرتے ہیں، فقہاء کی تحقیق یہ ہے کہ انگوٹھوں کو اس وقت چومنا بدعت ہے؛ کیوں کہ اس بارے میں کوئی صحیح روایت موجود نہیں ہے؛ البتہ ایک ضعیف روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت اپنے انگوٹھوں کو چومتے تھے(۳) ممکن ہے کہ عمل کرنے والے حضرات یہ سمجھتے ہوں کہ حدیث ضعیف باب فضائل میں قابل عمل ہے؛ اس لئے عمل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

لیکن فضائل کے باب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنے کے لیے محدثین کے یہاں کچھ

---

(۱) درمختار مع ردالمحتار ۹/ ۵۵۲۔

(۲) فتاوی محمودیہ: ۲/ ۱۵۹۔

(۳) تذکرۃ الموضوعات، حدیث نمبر: ۳۴، باب الاذان ومسح العینین فیه ونحوه۔

شرطیں ہیں، اگر وہ شرطیں نہیں پائی گئیں تو ضعیف حدیث فضائل کے باب میں بھی غیر مقبول ہوگی اور وہ شرطیں یہ ہیں:

(الف) ثواب سمجھے بغیر عمل کرے۔

(ب) اُس کا ضعف شدید نہ ہو۔

(ج) وہ کسی اصل شرعی کے تحت داخل ہو۔(۱)

اور زیر بحث مسئلہ میں کوئی بھی شرط نہیں پائی جارہی ہے؛ اس لیے اس حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز نہ ہوگا۔(۲)

علامہ شامی نے بعض حضرات کے حوالے سے لکھا ہے کہ علامہ قہستانی نے اپنے نسخے کے حاشیہ پر صرف اذان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک پر انگوٹھا چومنے کو مستحب کہا ہے، اذان کے علاوہ دوسرے اوقات میں انگوٹھا چومنے کے بارے میں علامہ شامی نے خود صراحت کی ہے کہ تلاش بسیار کے باوجود کہیں اس کا ذکر نہیں مل سکا، اور مختلف کتب فقہیہ سے اذان کے وقت انگوٹھا چومنے سے متعلق جو عبارت نقل کی ہے اُس کے بارے میں وہ فرماتے ہیں: اِس کا ثبوت کسی مرفوع حدیث سے نہیں ہے(۳) جب صورتحال یہ ہے تو واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ اس کے سنت ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے، اور چوں کہ عوام اِس کو سنت سے بھی بڑھ کر ضروری سمجھتے ہیں اور تارکین کو ملامت کرتے ہیں؛ لہٰذا اِس کا ترک کرنا ضروری ہو گیا ہے، مولانا یوسف لدھیانوی صاحب علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

> جس شخص نے یہ روایت گھڑی ہے، اُس نے اپنی کم عقلی کی وجہ سے یہ نہیں سوچا کہ اذان واقامت دن میں ایک مرتبہ نہیں؛ بلکہ روزانہ دس مرتبہ دہرائی جاتی ہے، اب اگر اذان واقامت کے وقت انگوٹھے چومنا سنت ہوتا، تو جس طرح اذان واقامت مسلمانوں میں متواتر چلی آئی ہے

---

(۱) درمختار مع شامی ۱/۱۲۸۔

(۲) امداد الاحکام ۱/۱۸۸۔

(۳) شامی ۱/۳۹۸۔

اور مناروں پر گونجتی ہے، اسی طرح یہ عمل بھی مسلمانوں میں متواتر ہوتا، حدیث کی ساری کتابوں میں اِس کو درج کیا جاتا ہے اور مشرق ومغرب تک پوری امت اِس پر عمل پیرا ہوتی۔(۱)

اور فتاویٰ ریاض العلوم میں ہے:

بدعت وناجائز ہے، اَسلاف یعنی صحابہ وتابعین کے تعامل کے خلاف ہے، حدیث میں تو یہ ہے کہ جو موذن کہے وہی تم بھی کہو؛ مگر یہ کہیں نہیں کہ انگوٹھا چومو۔(۲)

سلام کے وقت کھڑے ہونا

ملاقات کے وقت سلام ومصافحہ یا معانقہ کے علاوہ کبھی کبھی کھڑے ہونے کی بھی ضرورت پیش آتی ہے، کبھی تعظیم وتکریم کے لیے، کبھی آنے والے کی آمد سے خوش ہوکر اور کبھی مجبوری میں بھی؛ چوں کہ قیام کا تعلق سلام سے ہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں باب القیام کا تذکرہ کیا ہے، اسی طرح احادیث وفقہ کی کتابوں میں ''قیام'' سے متعلق اچھا خاصا ذخیرہ موجود ہے، حضرت انس بیان کرتے ہیں:

صحابہ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں تھا، صحابہ جب آپ کو دیکھتے تھے تو کھڑے نہیں ہوتے تھے؛ کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ آپ اس کو پسند نہیں کرتے ہیں۔(۳)

نو وارد کے لئے جگہ بنانے کے لیے کھڑے ہونا

اگر کوئی شخص کسی مجلس میں آئے اور جگہ کی قلت ہو تو کوئی دوسرا شخص کھڑا ہو جائے؛ تاکہ اُس نو وارد کے لیے بھی جگہ بن سکے تو یہ نہ صرف جائز؛ بلکہ مندوب ومستحسن ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص کسی دوسرے کی آمد پر کھڑا نہ ہو؛ لیکن اُس کے

---

(۱) اختلاف امت اور صراط مستقیم، ص:۱۰۵۔
(۲) فتاویٰ ریاض العلوم ۱/ ۲۷۰۔
(۳) سنن ترمذی، حدیث نمبر:۲۷۵۸۔

لیے کشادگی پیدا کرے۔(۱)

مہمان کے لیے قیام وتقبیل

بڑوں کے لیے قیام کرنا درست؛ بلکہ مستحسن ہے، مہمان کا اکرام کرنا چاہیے، تقبیل یدین میں بھی مضائقہ نہیں، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جب حبشہ سے مدینہ طیبہ آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی پیشانی کی تقبیل کی تھی، ہاں! محل فتنہ ہو تو احتراز کرنا چاہیے۔

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر: ۲۵۵۷۹۔